

مواظف حكيم الامت اور ديني رسائل كي اشاعت كا امين

# ماہنامہ الامداد

لاہور  
پاکستان

مدیر مسئول  
مشرف علی تھانوی

مدیر  
خلیل احمد تھانوی

جلد ۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۱ھ / ستمبر ۲۰۰۰ء شماره ۱۰

## التبشير (خوشخبری)

از افادات: حكيم الامت مجدد المملت حضرت مولانا محمد اشرف علي تھانوی قدس

عنوانات و حواشی: مولانا خليل احمد تھانوی

زر سالانہ = ۱۰۰ روپے



قيمت في پرچہ = ۱۰ روپے

ناشر: مشرف علی تھانوی  
مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس  
۱۱۳ اے سہیت ۲۱ فردوس پارک لاہور  
مقام اشاعت  
جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور پاکستان

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

۲۹۱ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

فون نمبر

۵۴۲۲۲۱۳-۴۳۸۰۶۰

پتہ دفتر  
ماہنامہ  
الامداد

# التبشير

حضرت والآنے یہ وعظ جامع مسجد تھانہ بھون میں ۱۲ / ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو ۲ گھنٹے ۵۰ منٹ بیٹھ کر بیان فرمایا۔  
نہا معین کی تعداد تقریباً ۱۰۰۰ تھی۔  
مولوی عبدالکھیم نے اسے قلم بند فرمایا۔

## التبشیر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱)

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ  
نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّهِ انْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ  
اَعْمَالِنَا مِنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مَضْلَ لَهُ وَ مِنْ يَضِلُّهُ فَلَا هَادِيَ  
لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ  
سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيَّ  
وَ عَلٰى اٰلِهِ وَاصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ .

اما بعد: فقال النبي صلى الله عليه وسلم يسرا ولا تعسرا  
وبشرا ولا تنفروا وتطاولوا ولا تخلفوا .

یہ ایک حدیث ہے کہ جس کے تین جملے ہیں۔ تین اس معنی کر بیرون  
باعتماد تعلق معنوی کے دو دو جملے مربوط (۲) ہیں کہ جو حکم میں ایک ہی کے ہیں  
ورنہ یوں تو چھ جملے ہیں۔

اور اس کے مخاطب (۳) اول حضرت موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل ہیں  
اور اول کی قید اس واسطے لگائی کہ مخاطب ثانی تمام امت (۴) ہے وہ امت جن کو ان  
احکام کی ضرورت پیش آئے وہ سب اس کے مخاطب ہیں اور خطاب اس وقت کا

(۱) خوشخبری (۲) معنوی تعلق کے اعتبار سے دو دو جملے ایک دوسرے سے جڑے ہیں  
اس لیے تین جملے ہوئے (۳) سب سے پہلے یہ حکم حضرت موسیٰ اشعری اور حضرت معاذ کے لیے  
ہے (۴) دوسرے نمبر پر اس حکم کی مخاطب تمام امت ہے

ہے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یمن کے دو علاقوں پر ان دونوں حضرات کو حاکم بنا کر بھیجا تھا ایک علاقہ پر ایک کو اور دوسرے پر دوسرے کو۔ اور دونوں کی سرحد ملی ہوئی تھی، اس لیے عادتاً یہ بات<sup>(۱)</sup> لازم تھی کہ وہ دورہ میں جب اپنی اپنی سرحد پر پہنچیں گے تو التفات<sup>(۲)</sup> ہوگا نیز ملکی معاملات میں بھی باہم ایک کا دوسرے پر پہنچے گا۔ اس واسطے حضور ﷺ نے دونوں صاحبوں کو ایسے احکام فرمائے جن میں بعض وہ ہیں جن کا حاکم کو رعایا<sup>(۳)</sup> سے تعلق رکھنے میں لحاظ رکھنا ضروری ہے اور بعض وہ ہیں کہ جب ان دونوں صاحبوں کو سرحد کے ملے ہوئے سے باہمی تعلقات رکھنا ضروری ہیں تو ان احکام کا باہمی تعلقات قائم رکھنے کے لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے یا یوں کہو کہ اس میں ضمناً یہ امر تھا کہ باہمی تعلقات رکھیں اور اس کا طریقہ یہ بتلادیا۔ :

### تعین مضمون

غرض اول کے دو حکم ایسے ہیں کہ اپنے محکمہ میں<sup>(۴)</sup> کے ساتھ ان کا لحاظ رکھیں اور اخیر کا امر<sup>(۵)</sup> ایسا ہے کہ باہمی تعلقات<sup>(۶)</sup> میں اس کا لحاظ رکھیں حاصل ہے اس حدیث کا یہ مضمون گو نمکین نہ ہوگا مگر تلخ<sup>(۷)</sup> بھی نہ ہوگا، شیریں<sup>(۸)</sup> ہوگا کہ بعض اوقات طبائع سلیمہ کو شیریں<sup>(۹)</sup> کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس معنی کو وہ نمکین سے بڑھ جاتا ہے اور تفصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ ہاں ضمناً اگر کوئی ڈلی نمک کی آپڑے تو اور بات<sup>(۱۰)</sup> ہے۔ میں نے اس واسطے

(۱) اس لیے عادتاً یہ بات پیش آنے والی تھی (۲) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوگا (۳) عوام (۴) اپنے تابع لوگوں کے ساتھ (۵) حکم (۶) ایک دوسرے سے تعلق رکھتے ہیں (۷) کڑوا کھٹا (۸) میٹھا (۹) نمک طبیعتوں کو سٹاس کی بھی ضرورت ہوتی ہے (۱۰) ذیلی طور پر کوئی نمکین مضمون بھی بیان ہو جائے تو دوسری بات ہے

اسے تہید میں مصرح<sup>(۱)</sup> کر دیا کہ شاید پہلے کے بعض مضامین کی طرح اس میں بھی منتظر رہیں کہ شورش ہوگی جوش ہوگا تو اب شورش و جوش کا انتظار نہ کریں اور ہاں شیریں سے وہ مراد نہیں جس کی تفکھا<sup>(۲)</sup> کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے بلکہ یہ شیریں ایسا ہے جس کے استعمال کی ہر حالت میں ضرورت ہے نہ کہ تفکھا<sup>(۳)</sup> کبھی کبھی استعمال کر لیا جاوے۔ وجہ اس کے اختیار کرنے کی یہ ہے کہ یوں، تم بہت مضامین ضروری ہیں مگر پھر بھی ان میں کئی قسم ہیں بعض تو وہ ہیں جن کی حاجت بھی شدید<sup>(۴)</sup> ہے اور لوگوں کو اس طرح توجہ بھی زیادہ ہے اور بعض وہ ہیں جن کی حاجت تو شدید بلکہ اشد<sup>(۵)</sup> ہے مگر توجہ بہت کم ہے تو مضمون اس قسم سے زیادہ قابل بیان کے ہوگا، چنانچہ یہ مضمون بھی بالخصوص ہے کہ جس کی طرف توجہ کم اور حاجت زیادہ ہے۔

## انسان کی دو حالتیں

اور حاصل اور خلاصہ اس کا یہ ہوگا (اس کو بطور مقدمہ کے پہلے سمجھ لیا جائے تاکہ اس سے اس حدیث کا پورا پورا لطف آئے) کہ ہر شخص کی دو حالتیں ہیں ایک اصلاح کی دوسری مصلح<sup>(۶)</sup> کی یا یوں کہو ایک صلح<sup>(۷)</sup> بننے کی دوسری مصلح<sup>(۸)</sup> بننے کی ہر چند کہ پہلی حالت بھی اصلاح کے مصدر سے مشتق<sup>(۹)</sup> ہو سکتی تھی کہ حاصل دونوں کا ایک ہی ہوتا مگر ضرورت کیا کہ مصلح کا لفظ کہہ کر ایک

(۱) تہید کے طور پر اس بات کی وضاحت کرنی ہے (۲) میٹھے سے مراد ایسا میٹھا نہیں جس کی ضرورت بطور میوہ بات کے کبھی کبھی ہوتی ہے (۳) نہ کہ خشک میوہ (۴) سخت ضرورت ہے (۵) جن کی ضرورت زیادہ ہی نہیں بلکہ بہت زیادہ ہے (۶) اصلاح کرنے والا (۷) نیک بننے کی (۸) نیک بنانے والا یعنی شیخ (۹) مصدر اصلاح سے اس کو نکالا جاسکتا تھا

مصناف الیہ بڑھاؤں<sup>(۱)</sup> یعنی مصلح النفس کہوں اس لیے یہی کہنا مناسب ہے کہ ایک حالت صلح<sup>(۲)</sup> کی ہے اور ایک اصلح<sup>(۳)</sup> کی اس میں قافیہ بھی ہو گیا اور فن بدیع کی رعایت بھی ہو گئی۔

بہر حال ہر شخص کی دو حالتیں ہیں اور ان میں سے ہر وقت ایک نہ ایک ضرور رہے گی اور یہ تردید بطور مانعۃ الخلو کے ہے کیا معنی کہ یہ تو جائز نہیں کہ نہ حالت صلح ہو نہ حالت اصلح کیونکہ اصلح<sup>(۳)</sup> غیر کسی وقت نہ بھی ہو مگر اپنی صلاحیت تو ہر وقت ضروری ہے اس سے کوئی شخص کسی وقت خالی نہیں ہاں جائز ہے کہ حالت صلح بھی ہو اور حالت اصلح بھی ہو بہر حال یہ دو حالتیں ہیں ہر حالت کے کچھ آداب ہیں اور کچھ حقوق ہیں۔ سو حالت صلح کے حقوق و آداب تو اکثر بیان ہوتے رہتے ہیں اس لیے اس وقت دوسری حالت یعنی اصلح کے حقوق و آداب کو بیان کے لیے اختیار کیا ہے سو جاننا چاہیے کہ آج کل اول تو کسی کو کسی کی اصلح کی فکر ہی نہیں عام طور پر آزادی ہے۔ ع کے راہا کے کارے نہ باشد<sup>(۵)</sup>

ہر شخص کا عمل ہے لیکن بہت تاسف کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ یہ برتاؤ فہر دہنی امور میں ہے اگر یہ حالت عام ہوتی کہ جس طرح دہنی امور میں دوسروں سے لاپرواہی ہے دنیوی امور<sup>(۶)</sup> میں بھی ایسی ہی لاپرواہی ہوتی تو یہ تو جب بھی نہ ہوتا کہ شکایت نہیں شکایت تو جب بھی ہوتی مگر کم ہوتی نفس شکایت کی وجہ تو یہی ہوتی

(۱) جب مصلح کہیں گے تو معنی یہ ہونگے کہ یہاں ایک مصنف الیہ محذوف ہے یعنی نفس اور معنی یہ نہیں کہ اپنے نفس کی اصلح کرنے والا (۲) انسان نہ صلاحیت ہے کہ نیکی قبول کرے۔ اس نے اس صلاحیت سے کام لیکر اپنی اور دوسروں کی اصلح کرنا (۳) دونوں حالتوں میں سے کوئی ایک حالت ضرور ہوگی باصلح کی یا اصلح کی (۴) دوسرے کی اصلح (۵) کسی کو کسی سے تعلق نہیں ہے (۶) دہنی کاموں میں

کہ دین کو دنیا پر قیاس نہیں کر سکتے کہ ایک شخص اگر ایک دنیوی امور میں آزادی رکھتا ہے تو دینی امور میں بھی آزادی رکھے تو کوئی شکایت نہ ہو اس لیے کہ دین بہت مہتمم بالشان ہے بخلاف دنیا کے کہ دین کے مقابلہ میں کچھ بھی اہتمام کے قابل نہیں۔

## کسب دنیا کے مختلف درجات

میں نہیں کہتا کہ دنیا سعی و تحصیل کے قابل نہیں کیونکہ اہتمام اور شے سعی اور شے ہے<sup>(۱)</sup> اہتمام مقاصد کا ہوتا ہے سعی مبادی کی بھی ہوتی<sup>(۲)</sup> ہے تو دنیا کی سعی و تحصیل سے ممانعت نہیں یہی وجہ ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے سہانی الدنيا راس كل خطیئة<sup>(۳)</sup> فرمایا ہے وہاں کسب الحلال فریضہ اور الفریضہ<sup>(۴)</sup> بھی فرمایا ہے۔ دیکھیے کسب کو تو حضور ﷺ فرض فرما رہے ہیں کہ یہ حکم کم ہمت لوگوں کے لیے عیناً ہے<sup>(۵)</sup> اور جس کو ہمت ہو اس کے لیے فرض کفایہ ہے یعنی اگر ساری دنیا کے آدمی تحصیل دنیا چھوڑ دیں تو گنہگار ہوں گے۔ اگر اہل ہمت چھوڑ دیں اور کم ہمت مشغول ہوں تاکہ تارکان اسباب کو معونت<sup>(۶)</sup> ہو تو سب کے ذمہ سے فرض ادا ہو جائیگا۔ دیکھیے ہم تو دنیا کو فرض بتاتے ہیں لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا چھڑاتے ہیں۔ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تحصیل دنیا میں اتنا تو غل<sup>(۷)</sup> کیا جائے کہ تمام اہل دنیا پر دنیا کی پرستش<sup>(۸)</sup> واجب کر دی

(۱) کسی چیز کا اہتمام کرنا اور ہے اور اسی کے لیے کوشش کرنا اور (۲) جو چیزیں مقصود کے درجہ میں ہوں ان کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے اور ابتدائی درجہ کی چیزوں کے لیے صرف کوشش (۳) حب دنیا بر برائی کی جڑ ہے (۴) نماز روزے کے بعد سب سے بڑا فریضہ حلال روزی کمانا ہے (۵) کم ہمت لوگوں کے لیے کسب دنیا فرض عین ہے (۶) ترک دنیا کرنے والوں کی مدد جو (۷) غلو (۸) پوجنا

جائے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے اتنا بھی بہت ہے کہ ہم فرض کہتے ہیں مگر اس میں تفصیل ہے۔ سنیے اگر اہل دنیا متفق ہو کر تجارت، ملازمت، زراعت چھوڑ دیں تو سب کے سب گنگار ہوں گے اس واسطے کہ جہاں انسان کی حقیقت روح ہے وہاں اس کا قوام بدن<sup>(۱)</sup> سے ہے اور وہ بغیر اجتماع و اہتمام کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لیے تمام اہل دنیا پر فرض ہے کہ اتنا اسباب جمع کر دیں کہ لوگ کافی طور پر تدبیر بدن کر سکیں اگر اتنا اسباب مہیا ہو جائے تو جو لوگ ترک اسباب کر دیں ان کے لیے کچھ حرج نہیں لیکن کم ہمت پر اب بھی فرض ہے کہ وہ زراعت پیشہ ہو تو زراعت کرے تجارت پیشہ ہو تو تجارت کرے ملازمت پیشہ ہو تو ملازمت کرے اسی واسطے کہ جب ہمارے حضرت سے کوئی شخص بیعت ہو کر پوچھتا کہ نوکری چھوڑ دوں تو فرماتے تھے نہیں نہیں ایسا ہرگز نہ کرنا۔

## جس کی آمدنی حرام ہو وہ کیا کرے

میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر کوئی نوکری ایسی بھی ہو کہ نامشروع ہو تو مشروع<sup>(۲)</sup> نہ ملتی ہو تو نہ چھوڑو۔ ہاں اپنے کو گنگار سمجھو۔ اگر کوئی کہے کہ نامشروع<sup>(۳)</sup> کے چھوڑنے سے منع کرتے ہیں تو صاحبو! ہم نامشروع کے چھوڑنے سے منع نہیں کرتے بلکہ ایک نامشروع کو سپر<sup>(۴)</sup> بناتے ہیں بہت سے نامشروع کے لیے یعنی اس وقت اگر اسے چھوڑے گا نہ معلوم کتنے معاصی<sup>(۵)</sup> میں مبتلا ہو گا کہیں چوری کرے گا جو اکھیلے گا جھوٹی گواہی دیگا لوگوں کا قرض لے لیکر مارے گا اور نہ معلوم کیا کیا آفتیں کرے گا۔ پھر جب آگے بڑھے تو یہ خیال

(۱) روح قائم بدن سے ہے اگر بدن نہ رہے روح بھی اپنے مقام پر چلی جائیگی دنیا میں نہ رہیگی (۲) نوکری ناہار نہ ہو اور ہاڑ ملتی نہ ہو (۳) ناہار نہ کام (۴) ڈھال (۵) گناہوں

ہوگا کہ اے نفس تو اس قدر معاصی میں مبتلا ہے تیری نجات کیا ہوگی بس جب نجات نہ ہوگی تو الگ کرو سارا جگڑا اور خوب جی کھول کے جو کچھ ہو سکے کر لو اے لیجئے ایک نامشروع کے ترک سے کفر کی<sup>(۱)</sup> حد تک پہنچ گیا اب بتائیے یہ اچھا ہے کہ ایک نامشروع<sup>(۲)</sup> میں مبتلا ہو کر مسلمان رہے یا یہ اچھا ہے کہ ایک نامشروع کو چھوڑ کر بہت سے نامشروع میں بھی مبتلا ہو اور پھر مسلمان بھی نہ رہے من اب تلخی ببلیتین فلیختر ا ہو نہما جو شخص دو مصیبتوں میں مختار ہو اس کو چاہئے کہ بلکی مصیبت کو اختیار کرے۔ مثلاً ایک طرف بیس گز کی کھائی<sup>(۳)</sup> ہے اور ایک طرف کنواں ہے جس میں پچاس ہاتھ پانی ہے وہاں ممکن ہی نہیں کہ گر کر زنا دہرہ سکے جب یہ معلوم ہو گیا کہ بغیر گرے پناہ نہیں تو عقل کا فتویٰ تو یہی ہے کہ کھائی اختیار کرے کہ بلا سے ہاتھ منہ ہی ٹوٹنے پر ٹلے گی جان تو بچ جائے گی۔ اسی یہاں بھی واقع میں ایک مصیبت کی اجازت نہیں ہے بلکہ اور سینکڑوں معاصی سے بچانا ہے۔ جب ہماری نیت بخیر ہے تو ممکن ہے کہ ہم پر حق تعالیٰ کے یہاں ملامت نہ ہو۔

موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں کو سحر دکھانے کی اجازت کیوں دی

بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقع پر جو اشکال و جواب ہے وہی ہمارا بھی جواب ہے۔ قالوا یا موسیٰ اما ان تلقی واما ان نکون نحن الملقین قال القوا. الایہ<sup>(۳)</sup>۔ موسیٰ علیہ السلام سے ساحروں نے پوچھا کہ تم

(۱) ایک ناہائز کام کے چھوڑنے سے کفر تک بات جا پہنچی (۲) نا جائز کام (۳) کھرا کھرا

اپنا عصا<sup>(۱)</sup> ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔ اشکال یہ ہے ساحروں کا یہ کہنا کہ اما ان نکون نحن الملقین جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم کفر کریں کیونکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے آئے اور گویا یہ کہتے تھے کہ تم اظہار حق کرتے ہو یا ہم اظہار کفر کریں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا القوا یعنی تم اظہار کفر کرو تو کیا موسیٰ علیہ السلام نے اظہار کفر کی اجازت دیدی۔ پس جو جواب ہے اس اشکال کا وہی ماخذ ہے ہمارے لوگوں مذکور کا، جواب اس اشکال کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو احقاق حق مقصود تھا<sup>(۲)</sup> احقاق کے لیے اجازت اظہار کفر کو وسیلہ بنایا کیونکہ موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ ہم میں عصا ڈالوں گا تو یہ سارے سب مضمحل<sup>(۳)</sup> ہو جائیں گے جب تک سارے سب ظاہر ہو لیں گے تو ظہور معجزہ ہو گا کیسے۔ تو واقع میں اظہار کفر کی اجازت نہ تھی احقاق حق<sup>(۴)</sup> کی تمہید تھی پس جو اس جواب کا حاصل ہے وہی ہمارا جواب ہے۔ ظاہراً اجازت ہے امر غیر مشروع<sup>(۵)</sup> کی مگر حقیقت میں روکنا ہے۔

### صوفیاء کے ترک اسباب کی وجہ

بہر حال ہمارے حضرات صغفاء کے واسطے اسباب کا چھوڑنا پسند نہیں کرتے ہاں جو لوگ خدام دین اہل بہت میں ان کے لیے یہی زیادہ مناسب ہے کہ وہ اسباب ترک کر دیں کہ دو کام ایک شخص سے نہیں ہو سکتے۔ دیکھو ملازم گورنمنٹ کو کسی اور ملازمت یا تجارت وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی اسی طرح سرکار حقیقی کے ملازم کو بھی نازیبا<sup>(۶)</sup> ہے کہ کسی اور کی ملازمت کرے یا تجارت کرے جس طرح

(۱) لاشی (۲) حق کا ثبات کرنا مقصود تھا (۳) اس حق کو ثبات کرنے کے لیے اظہار کفر کو ذریعہ بنایا (۴)

سب جاودہ کمزور پڑ جائیں گے (۵) اثبات حق کی تمہید تھی (۶) ایک ناجائز کام کی (۷) نامناسب ہے

ملازم۔ گورنمنٹ سلطنت کو اپنے مصارف کا کفیل سمجھتا ہے۔ اسی طرح اسے کبھی حق تعالیٰ کو اپنی معیشت کا ذمہ دار سمجھنا چاہیے۔ اگر کوئی عالم قاضی ہو جائے یا اور کسی منصب پر فائز ہو جائے تو اس کا اصلی کام ہے اسے پورے طور پر برسرگزا نہیں کر سکتا۔

### علماء کا کام

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پٹی سے ایک شخص نے نماز کا مسئلہ پوچھا تو صاحب نے حوض پر وضو کیا اور دو رکعت شکر یہ کی پڑھیں، پھر مسئلہ بتایا۔ اس نے پوچھا حضرت مسئلہ بتانے میں اتنا توقف کیوں کیا۔ فرمایا کہ کئی سال میں نماز کا مسئلہ پوچھا گیا اور نہ حدود قصاص بیع و شراہی کے مسائل سے سابقہ تھا۔ کیونکہ قاضی تھے، قاضی کے یہاں تو دنیا ہی کے جھگڑے پیش ہوتے ہیں اور غیر ممکن ہے کہ لوگ قاضی صاحب سے اس لیے نماز کے مسئلے نہ پوچھتے ہوں کہ سمجھتے ہوں کہ فرصت نہیں مگر ہمیں تو فرصت ہے کہ کوئی ویسا مشغلہ نہیں مگر لوگوں کو خورقہ نہیں کہ کوئی شخص ہم سے کوئی مسئلہ پوچھنے آتے بھی ہیں تو یہ فرمائش جوتی ہے، کہ تعویذ دیدو، صاحبو علماء سے تعویذ کی درخواست کرنا ایسا ہی ہے جیسے سونار سے یہ کہنا کہ گھانس کھودنے کا کھرپا بنا دو۔ سونار کا کام تو یہ ہے کہ وہ عمدہ نازک زیور بنائے اسی طرح علماء کا کام مسئلے بتانا ہے۔ افسوس گوشہ نشینوں سے دنیا کے کام کراتے ہو کیا انہوں نے تمہارے دنیا کے کام کرنے کے لیے دنیا کو چھوڑا ہے۔ ہاں دنیا کے کاموں کے لیے دعا کرانا جائز ہے۔

شکایت تو تعویذ کی ہے ہاں اگر دس باتیں دین کی پوچھیں اس میں ایک

دنیا کی بھی پوچھ لی تو کچھ حرج نہیں۔ اب غضب<sup>(۱)</sup> تو یہ کرتے ہیں کہ دو ماہ میں تو تشریف لائے اور کہا کیا، کہ ایک تعویذ دید و فلاں کو بخار آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یوں سمجھتے ہیں کہ یہ ریاضت کرتے ہیں اس سے قوت متعینہ بہت بڑھ جاتی ہے۔ بس جسے تعویذ دیدیں گے وہ چھٹ پٹ اچھا ہو جاوے گا۔

## علماء کی ناقدری کی مثال

اس پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ ہماری مثال اس ہے کہ ایک شخص بنیل<sup>(۲)</sup> تھا اس نے بہت سے باورچی نوکر رکھ چھوڑے تھے۔ کوئی عمدہ کھانا کبھی کسی سے نہ پکواتا تھا۔ ایک دن ان کے داروغہ نے اس سے کہا کہ حضور کبھی مینے دو مینے میں تو کوئی عمدہ چیز پکوالیا کیجیے اور یوں مینے میٹھے رہنے سے تو ہم اپنا فن بھی بھول جائیں گے۔ بس یہی حالت ہماری ہے کہ کوئی ہم سے مسئلے پوچھتا نہیں جس سے یہ نوبت پہنچی کہ ہم مسئلے بھولنے لگے۔ کوئی بیچ و شرہ<sup>(۳)</sup> کا مشکل مسئلہ آجاتا ہے تو یاد ہی نہیں جو بغیر کتاب کے بتلا سکیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شریعت کے موافق معاملہ کرتا ہی نہیں۔ بہر حال دنیا اندر اتنے منہمک ہو رہے ہیں کہ اہل دین سے بھی دنیا ہی کا سوال کرتے ہیں۔ اس وقت بے توجہی کی وجہ سے دین کی بات نہیں پوچھتے۔ اس وقت لوگوں کو اتنی بے توجہی تو نہ تھی مگر خود قاضی صاحب کو فرصت نہ تھی۔

## بیک وقت دو کام کرنا مشکل ہے

بہر حال دو کام جمع نہیں ہوتے، حتیٰ کہ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ

(۱) علم یہ کرتے ہیں (۲) کنبوس (۳) خرید و فروخت

مولانا محمد مظهر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں ذکر شغل اور درس و تدریس جمع نہیں ہو سکتے یہ ہم نہیں مان سکتے کیونکہ دونوں کام دین کے ہیں نہ جمع ہونے کی کوئی وجہ نہیں مولانا نے فرمایا خیر نہ مانے، پھر جب خود ذکر و شغل کیا تو تمناع<sup>(۱)</sup> ہوا بس اقرار کر لیا کہ واقعی دونوں جمع ہو نہیں سکتے۔

میں دیوبند میں طالب علم تھا حضرت مولانا گنگوہیؒ وہاں تشریف لے گئے میں نے بیعت کی درخواست کی فرمایا اس وقت یہ شیطانی خیال ہے جب کتابیں ہو جائیں گی اس وقت اس کا قصد کرنا۔ اس وقت تو مولانا کے اس فرمانے بہت تعجب ہوا۔ مگر اب معلوم ہو گیا کہ واقعی ٹھیک فرمایا تھا کیونکہ تحصیل علم فرض ہے گو یہ بھی فرض ہے۔ اور ہم نے مانا کہ تحصیل علم سے بڑھ کر بے مگر جس طرف نماز فرض ہے اور وضو سے بڑھ کر بے مگر بغیر وضو کے نہیں ہو سکتی اسی طرح درویشی بھی فرض سہی اور بڑھ کر سہی تحصیل علم سے مگر تحصیل علم اس کے بمنزلہ وضو کے ہے تو جس طرح وہاں اہمیت باعتبار موقوف علیہ<sup>(۲)</sup> ہونے سے وضو میں ہے یہاں تحصیل علم میں ہے تو بہر حال جب دو کام دین کے جمع نہیں ہو سکتے تو ایک کام دنیا کا اور ایک دین کا کہاں جمع ہو سکتا ہے اس لیے ہمارے حضرات صاحب ہمت کے لیے افضل سمجھتے ہیں کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے اس کا تعلق نہ ہو اسی کو فقہا نے سمجھا ہے۔ لوگ کہتے ہیں فقہاء درویش نہیں تھے۔ ہاں اس معنی کر نہ تھے کہ رونا رلانا نہیں آتا۔ مگر رونا ہی عبادت نہیں ہر چیز عبادت ہے۔ بننا، رونا سب بعض تو فقہاء کو یہاں تک کہتے ہیں کہ کو تو ال تھے ہم نے مانا کہ کو تو ال تھے مگر اس کی کیا دلیل کہ دوسرا وصف ان میں نہ تھا فقہاء

(۱) اس منع ہونے کا اقرار کر لیا (۲) وضو کی اہمیت اس لیے زیادہ ہے کہ نماز کا جمع ہونا اس کے لیے ممکن نہیں۔ اسی طرح کامل درویشی بھی بغیر کمال علم کے مشکل ہے اور حصول علم اس لیے بمنزلہ وضو کے ہے

نے علماء کے واسطے یہ دستور العمل لکھا ہے کہ ہر جگہ کی دعوتیں مت کھاؤ۔

## مدارس کے طلباء کو کھانے کی دعوت میں نہیں جانا چاہیے

میں نے مدرسہ کانپور میں یہ قانون مقرر کر دیا تھا کہ طلباء دعوت کھانے کی نہیں جائیں گے جس کو کھلانا ہو۔ یہیں لا کر کھلایا جائے، لوگ کھتے ہیں بڑے مشہور ہیں اچھا صاحب منکبر ہی سہی کیا کیا جائے جب لوگ طلبہ کو ذلیل سمجھتے ہیں ہاں اگر کوئی اکرام کرے تو وہاں جانے میں کچھ حرج نہیں مگر اب تو کچھ پوچھو نہیں کہ لوگ کیسا سمجھتے ہیں۔ ایک طالب علم ایک تحصیل دار صاحب کے یہاں کھانا لینے جا کر کرتے تھے کھانا ملنے میں دیر ہو جایا کرتی تھی یہ خالی بیٹھے رہا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے تحصیل دار صاحب سے کہا میں اتنی دیر خالی بیٹھا رہتا ہوں آپ کا لڑکھو انگریزی پڑھتا ہے اس وقت تعطیل کے وقت بیکار پھر تا ہے میں اسے عربی شروع کرادوں۔ وہ تحصیل دار کھنے لگے مولانا آپ نے عربی پڑھی تو میرے دروازے پر مانگنے آتے ہیں یہ پڑھے گا تو آپ کے دروازہ پر مانگنے جایا کرے گا۔ اس پر تعجب نہیں جتنا ان طالب علم پر ہے کہ وہ پھر بھی کھانا لاتے رہے۔

بش المطاعم حين الذل تكسبها القدر منتصب والقدر مخفوض<sup>(۱)</sup>

ہمارے بعض اہل علم عذر میں یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

آنکہ شیراں را کند رو بہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج<sup>(۲)</sup>

(۱) بہت سے کھانے ذلت کے ساتھ کھائے جاتے ہیں حالانکہ مقدر کا لکھا ہوا متعین ہے لیکن پھر انسان اپنی قدر و منزلت کو ہستی میں جٹکا کرتا ہے (۲) وہ چیز کے جس نے شیروں کو لومڑی مزاج بنا دیا ہے وہ حاجت مندی ہے، حاجت مندی ہے، حاجت مندی ہے

## شاہزادے کی خودداری

مگر اس کا جواب میں وہی دوں گا جو شہزادہ ایران نے دیا تھا۔ میرے بڑے اموں صاحب ایک نواب کی حکایت بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ سمرانے لکھنؤ میں ایک مسافر شہزادہ ایران نے ان کی دعوت کی۔

شریف گر متضعف شود خیال بند

کہ پایگاہ رفیعش ضعیف خوابد شد

نواب صاحب نے دعوت کھائی مگر اس وقت شہزادہ کی کچھ خدمت نہ کر سکا اور یہ کہا کہ آپ ہماری ریاست میں تشریف لائیے یہ ایک بار وہاں آنے سے پر<sup>(۱)</sup> سوار مگر پھٹے حال نواب صاحب کو اطلاع ہوئی غایت شوق<sup>(۲)</sup> میں باہر آئے اور ان کی خوشگئی<sup>(۳)</sup> کو دیکھ کر ہمدردی سے یہ بے جوڑ شعر پڑھ دیا۔

آنکہ شیراں را کند رو بہ مزاج احتیاج است احتیاج است احتیاج

یہ سننا تھا کہ شہزادہ بھرک<sup>(۴)</sup> اٹھا اور فی البدیہ<sup>(۵)</sup> پڑھ دیا۔

شیر ز کے می شود رو بہ مزاج می زند بر کفش خود صد احتیاج<sup>(۶)</sup>

یہ پڑھ کر وہاں سے لوٹا پھر نواب صاحب نے ہزار باتھ جوڑے مگر وہ نہیں ٹھیرا۔ حضرت بجم بھی آپ کے عذر کا یہی جواب دیں گے ہاں اگر کہیں عزت ہوتی ہو اور ابانت نہ ہوتی ہو تو جاؤ کچھ حرج نہیں بلکہ وہاں نہ جانا تو ایک قسم کا تکبر ہے۔

(۱) خیر پر سوار ہو کر پھٹے پرانے کپڑوں میں (۲) ملاقات کے بہت زیادہ شوق کی وجہ سے (۳) ان کو پھٹے پرانے کپڑوں میں دیکھ کر (۴) شہزادہ کو غصہ آگیا (۵) فوراً یہ شعر پڑھا (۶) اصلی شعر کب لومٹی مزاج ہو سکتے ہیں وہ ایسی حاجت مندوں کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں

## علماء کو کیا طرز اختیار کرنا چاہیے

بہر حال علماء کو حضرت بہلول<sup>(۱)</sup> کا مذہب اختیار کرنا چاہیے کہ ایک مرتبہ شہر میں شدت کی قحط سالی تھی کسی نے عرض کیا حضرت روٹی بہت مہنگی ہو گئی ہے فرمایا بجائی یہ اس سے کھو جس کے ذمہ تقسیم ہے ہمیں کیا ہمیں تو بڑے مل جاوے گی جاؤ اپنا کام کرو۔

ایک اور بزرگ دنیا سے تائب ہونے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سخت قحط سالی ہوئی تمام لوگ فکر میں تھے میں نے ایک غلام کو دیکھا کہ خوب موٹا تازہ ہے اور بے فکری سے گیند اچھالتا پھرتا ہے۔ میں نے کہا تمام مخلوق قحط سالی سے پریشان ہے، تمہیں بالکل فکر نہیں جو اس آزادی سے پھر رہے ہو میں نے کہا مجھے فکر کی کیا ضرورت میرا نفقہ<sup>(۲)</sup> آقا کے ذمہ ہے اس کے دس گاؤں ہیں، اب مجھے کیا فکر۔ فرماتے ہیں وہ بزرگ، کہ اس کے جواب سے میرے قلم چوٹ<sup>(۳)</sup> لگی کہ اس کا آقا صرف دس گاؤں کا مالک ہے۔ اس پر اسے بے فکری ہے۔ اور اے نفس تیرا مالک تو تمام سماوات و ارض<sup>(۴)</sup> کا مالک ہے پھر تجھے اس قدر فکر۔ بس میں نے فوراً توبہ کی۔

اس حکایت سے کوئی صاحب کہیں یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ بس ہم بھی بے فکر ہو کر بیٹھ جائیں، نہ ہمیں نوکری کی ضرورت ہے نہ تجارت و زراعت کی کیونکہ یہ بزرگ صاحب حال تھے اگر تم پر حال طاری ہو تو بسم اللہ مبارک ہو سب کو چھوڑو، خوب سمجھ لینا چاہیے۔

(۱) بہلول دانا ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں (۲) کھانا وغیرہ مالک کے ذمہ ہے (۳) دل پر (۴) زمین و آسمان کا مالک

## علماء کی نظر میں تنخواہ کی حقیقت

ہمارے حضرت<sup>(۱)</sup> کی اتنی دقیق نظر<sup>(۲)</sup> تھی کہ مولانا محمد قاسم صاحب جیسے زبردست عالم ایک سوال کریں اور حضرت انہیں جواب مسکت<sup>(۳)</sup> دیں۔ قصہ یہ ہے کہ حضرت مولانا کی اور مولانا محمد یعقوب صاحب کی ایک ریاست نوکری آئی، سو روپیہ تنخواہ، مولانا محمد یعقوب صاحب کی تھی اور مولانا محمد قاسم صاحب کی تین سو تھی، مولانا محمد قاسم صاحب جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں مطبع میں دس روپیہ کا ملازم ہوں ملاحظہ کیجیے کہ مولانا اور دس روپیہ قرآن کی تصحیح کا کام کرتے تھے ہر چند مالک مطبع نے اضافہ کرنا چاہا مگر یہی فرمایا کہ میں تصحیح کا کام کر سکتا ہوں۔ اس کے لیے یہی بہت ہیں تو تحریر فرماتے ہیں کہ میں دس روپیہ کا نوکری ہوں۔ مجھے اسی کے خرچ کرنے کی فکر رہتی ہے سو پانچ روپیہ تو اہل و عیال کو دیتا ہوں اور پانچ روپیہ طالب علموں کی ضروریات میں خرچ ہو جاتے ہیں۔ تین سو ملیں گے تو مجھ کو تو وہی پانچ روپے کافی ہوں گے بقیہ کے لیے بروقت میں ہی خلیان<sup>(۴)</sup> میں رہا کہ کیونکہ خرچ ہوں گے، اور مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے ہیں کہ میں تین سو سے کم پر نہیں آسکتا۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا حضرت آپ نے یہ کیا کیا، اگر وہاں سے منظوری ہو جاوے تو پھر کیا کیجیے گا آپ کے مقابلہ میں تو ایک لاکھ بھی تموڑے ہیں تو اس کے آگے مولانا نے تحریر فرمایا کہ لیکن جب چاہوں گا گھر رہوں گا جب چاہوں گا نوکری پر جب خط وہاں پہنچا معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات کہیں نہیں جائیں گے۔ تو بس حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی یہ دس روپیہ کی نوکری برائے نام نوکری تھی نام تو تھا نوکری کا

(۱) حاجی امجد اللہ صاحب کی (۲) گھری نظر تھی (۳) خاموش کر دینے والا جواب (۴) پریشانی

مگر حقیقت میں کیا یہ نوکری تھی۔

## کھم ہمت کو ترک اسباب جائز نہیں

اس حالت میں حضرت حاجی صاحبؒ سے رائے لیتے ہیں نوکری چھوڑنے کی۔ حضرت فرماتے ہیں پوچھنا دلیل تردد<sup>(۱)</sup> کی ہے، تردد دلیل خامی کی ہے خرابی میں نوکری چھوڑنا مناسب نہیں جب قوت ہوگی رسے توڑا کے بھاگو گے ہلکہ پوچھیں گے بھی نہیں۔ اللہ اکبر سارے ارسطو، افلاطون، بقراط، سقراط جمع ہو کر ایسا کلیہ<sup>(۲)</sup> نکال دیں۔ تو ضعیف کے لیے یہی مسند ہے کہ نوکری نہ چھوڑے۔

ایک صاحب میرے پاس آئے تھے اپنی زمینداری سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے میں نے منع کیا، بعد چند روز کے ان کی حالت سنبھلی تو احساس بڑے شکر گزار ہوئے۔

حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک بی بی نے اپنی جائداد وقف کرنے کی اجازت چاہی حضرت نے منع کیا، اگر کوئی کھے نیک کام سے منع کیا، تو صاحب نیک کام سے منع نہیں کیا بلکہ شر سے روکا۔

## ترک اسباب کب کرے

ہاں کسی میں قوت ہو جاوے تو وہ مستثنیٰ ہے اگر کوئی کھے کہ ہمیں کیونکر معلوم ہو کہ ہم میں اتنی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ ہم ترک اسباب پر صبر کر سکتے ہیں

(۱) پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں ابھی یہ بات کھٹکتی ہے کہ اگر نوکری چھوڑ دی کیا کھائیں گے کہاں سے اور یہ تردد ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ابھی اللہ پر کمال بھروسہ کی کیفیت حاصل نہیں ہوئی اور ایسی حالت میں نوکری چھوڑنا درست نہیں (۲) اصولی قاعدہ

کیا وحی ہوگی تو بات یہ ہے کہ ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ ہم میں قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اور اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو شیخ کامل سے پوچھے، اگر بزرگ سے ترک اسباب کی اجازت ہو جاوے تو اگر کھی بھی ہو تو شیخ کی برکت سے قوت بہت ہو جاتی ہے، بہر حال یہ تفصیل تمہی ترک اسباب کی جس سے حاصل یہ تھا کہ اقویا میں ان کے لیے ہمارے حضرات ترک اسباب تجویز کرتے ہیں، ایسا شخص حق تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔

### اللہ کا مہمان

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت معاش کی کیا سبیل ہے، فرمایا حدیث میں آیا ہے کہ ضیافت تین دن ہے، ہم اللہ کے مہمان ہیں اور اللہ میاں کے یہاں کا ہر دن ایک ہزار برس کا ہوتا ہے تو ہم تین ہزار برس تک تو اللہ میاں کے مہمان ہیں۔ جب چوتھا ہزار شروع ہوگا تو معاش کی سبیل<sup>(۱)</sup> پوچھنا سوتنی مدت تک وہ ہمیں ہی نہیں رکھیں گے یہ نہ سمجھو کہ یہ شاعری ہے بلکہ ان کی یہ حالت ہوتی ہے اسی کو ایک لطافت سے ظاہر کر دیا پس اس پر استدلال سے متعلق حرج نہیں ہو سکتا، مثلاً اگر کوئی طالب علم شبہ کرنے لگے کہ ہزار برس کا ایک دن یہ آج کے لیے تھوڑی ہے یہ تو قیامت کے واسطے ہے۔ تو بات یہ ہے کہ یہ تو بزرگوں کے لطائف میں دلیل نہیں ہے، دلیل تو یہ ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب      گرد لیلت باید ازوے رومتاب<sup>(۲)</sup>

یعنی ان کی دلیل تو قوت قلب ہے وہ نظر آوے تو پھر کچھ بھی شبہ نہیں اور

(۱) معاش حاصل کرنے کا طریقہ (۲) سورج کا ٹکنا ہی اس کی موجودگی کی دلیل ہے اگر اس کے وجود کی دلیل چاہتے ہو تو اس کی طرف اپنا چہرہ کر لو خود معلوم ہو جائیگا

جیسے نظر نہیں آتی اسے اسی طرح سمجھاتے ہیں ان کا استدلال تو قوت قلب ہے جب یہ حالت پیدا ہو جائے تو ایسے لوگوں کو ترک اسباب جائز ہے۔ الحاصل دنیا کو دین پر قیاس نہیں کر سکتے۔ کیونکہ کسب دنیا تو بجز ضعف کے اور کسی کے لیے ضروری نہیں تو بہر حال کوئی مادہ تو ایسا نکلا جہاں دنیا چند آں ضروری نہیں اگر اس میں کسی کو بے فکری ہو تو کچھ حرج نہیں اگر اس میں یہ حالت ہو کہ - ع  
 کے راہا کے کارے نباشد<sup>(۱)</sup>  
 تو کچھ مضائقہ نہیں۔

### دین اور دنیا میں فکری تفاوت

لیکن دین میں تو کوئی مادہ ایسا نہیں نکل سکتا جس میں وہ ضروری نہ ہو۔ بلکہ دنیا بر مادہ میں ہر وقت ضروری ہے۔ سو دنیا میں بے فکری ہونے سے بھی دین میں بے فکری کی اجازت نہیں ہو سکتی، لیکن خیر پھر بھی اگر کسی شخص کو دین میں بے فکری ہو اور دنیا میں بھی کہ اگر اپنے بچے کو کنوئیں میں گرتے دیکھے اور پھر بے فکری سے منہ پھیر لے اور گرنے دے تو ہمیں صبر آجاتا کہ ان کی آزادی ہے، شکایت بالکل تو رفع<sup>(۲)</sup> نہ ہوتی کہ کبھی دین اور کبھی دنیا مگر ہاں قلیل ہو جاتی اور اب تو بہت بڑی شکایت ہے کہ دین میں آزادی ہے اور دنیا میں نہیں ہے۔

یہ تفاوت کیوں ہے تفاوت کی بنا صرف یہی ہے کہ جس کو اپنے نزدیک ضروری سمجھا اس میں تو توجہ کی، اور جسے غیر ضروری سمجھا اس میں بے فکری اختیار کر لی۔ چنانچہ نفع دنیا کو جب ضروری سمجھتے ہیں تو اپنی اولاد کو صنعت و حرفت بڑھی

(۱) کسی کو کسی سے کوئی مطلب نہ ہو (۲) بالکل ختم تو نہ ہوتی (۳) کم

توجہ کے ساتھ سکھاتے ہیں، اسی طرح ضرر دنیا کو عظیم سمجھتے ہیں اس لیے اپنے بچہ کو کنویں میں گرنے سے بچاتے ہیں، وہاں پر تو دیکھیے اپنی آزادی میں بھی خلل ڈالتے ہیں اور ان کی آزادی میں بھی خلل ڈالتے ہیں یہ کیا دنیا کے بارے میں تو ہمیں اتنی توجہ دین کے باب میں ہم کیوں اتنے آزاد ہیں کہ دوسرے کی اصلاح سے تو خبر ہی نہیں، اور اس تعرض سے میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ شاید کسی کو غلط فہمی ہو کہ ساری دنیا سے لڑنا جھگڑنا پھرے میں اس کو صاف کیے دیتا ہوں کیونکہ جمع عام اور خطاب عام میں ضرورت ہوتی ہے کہ مختلف پہلو صاف کر دیے جائیں۔ خطاب خاص میں تو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی راز ہے صوفیہ کی خلوت کی تعلیم کا، لوگ سمجھتے ہیں وہ شریعت نہیں اس لیے خلوت میں تعلیم دیتے ہیں۔

### حضرت علیؑ کے بارے میں لوگوں کا گمان

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت لوگوں کا یہ گمان تھا کہ ان کو جناب رسول اللہ ﷺ نے ایسی خاص باتیں تعلیم فرمائی ہیں جو اوروں کو نہیں بتائیں۔ حضرت علیؑ سے پوچھا کہ هل خصکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشئ من دون الناس یعنی کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے ایسی باتیں بتائیں ہیں جو اوروں کو نہیں بتائیں۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

واللہ ما خصنا رسول اللہ بشئ الا فہما اوتیہ الرجل فی القرآن۔ بخدا کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے ساتھ مجھے مخصوص کیا ہو یا مجھے ایسا فہم ضرور ملا ہے جس سے قرآن سمجھتا ہوں اور اس فہم سے کوئی نئی بات

نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایسے معنی سمجھ میں آتے ہیں جن پر عوام کا دسترس<sup>(۱)</sup> نہیں ہے۔

## قرآنی آیات کے ظاہری و باطنی معنی کی حقیقت

اور وہ معنی وہ نہیں ہیں جو صوفیہ بیان کرتے ہیں مثلاً اذہب الی فرعون انہ طغی۔ کہ اس میں موسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے فرعون کی طرف جانے کا۔ تو وہ موسیٰ سے مراد روح لیتے ہیں اور فرعون سے مراد نفس لیتے ہیں تو معنی یہ ہوئے کہ باطنی اے روح نفس کی طرف اور قرآن کے جو، دو معنی ہیں ایک ظہر<sup>(۲)</sup> اور بطن<sup>(۳)</sup> صوفیہ جو ایسے معانی بیان کرتے ہیں نہ یہ ظہر قرآن میں نہ بطن قرآن، ظہر کیا مدلول اولیٰ قرآن کا کہ جسے عام لوگ سمجھتے ہیں مثلاً للفقراء المهاجرین الایہ فی کا ذکر ہے یعنی فی (مال غنیمت) مهاجرین کے لیے ہے اس کو سب سمجھ گئے اور باطن کیا ہے وہ وہ ہے جو مثلاً اسی آیت میں مجتہدین سمجھے اور ان کے بعد ہم بھی اب سمجھ گئے کہ واقعی یہی معنی ہیں۔

مثلاً ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ میں (رحمہم اللہ تعالیٰ) اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی کہ کفار قہراً مسلمانوں کے مال پر قابض ہو جائیں تو مالک بن جاتے ہیں یا نہیں۔ ائمہ کی رائے تھی کہ مالک نہیں ہوتے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مالک ہو جاتے ہیں اور دلیل اس کی یہی آیت ہے۔ للفقراء المهاجرین کیونکہ فقیر کی تعریف ہے من لا یملک شیئاً جو کسی چیز کا مالک نہ ہو اور ظاہر ہے کہ

(۱) جہاں تک عام آدمی کی پہنچ نہیں (۲) آیت کے ایسے معنی جو الفاظ قرآن سرسری طور سے سمجھ میں آجائیں (۳) آیت کے ایسے معنی جو سرسری الفاظ میں غور سے سمجھ میں نہ آئیں بلکہ اس کے لیے دقت نظر کی ضرورت ہو

مہاجرین ہجرت سے پہلے مالدار تھے مگر ہجرت کے وقت وہ مال کفار مکہ مکرمہ کے قبضہ میں ہو گیا تھا۔ اگر کفار مکہ مکرمہ قبضہ سے ان کے مال کے مالک نہ ہو جاتے تو ان کو "فقراء" کیوں کہا جاتا اور مجاز خلاف اصل ہے<sup>(۱)</sup>۔

دیکھیے اب ہماری سمجھ میں بھی آ گیا اور امام صاحب کا یہ مسئلہ ہم لوگوں کے حق میں بڑی رحمت ہے اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو آج ہمیں حلال روزی نہ ملتی اور واسطے کہ آج کل غیر مسلم سلطنتوں میں تحصیل اصول شریعت کے موافق کہاں ہوتی ہے۔ ہم جن کی نوکری کرتے ہیں وہ ہمیں تنخواہ دیتے ہیں اور ان کی تحصیل اصول شریعت کے موافق نہیں اس لیے اور ائمہ کے نزدیک وہ خود مالک نہیں ہوئے تو ان کے دینے سے ہم کب مالک ہو سکتے ہیں کیونکہ تملیک تو فروں ہے ملک<sup>(۲)</sup> کی۔ مگر امام صاحب کے نزدیک وہ مالک ہو گئے اس لیے ان دینے سے ہم بھی مالک ہو جاتے ہیں

اسی واسطے اسلامی ریاستوں کی نوکری سے غیر اسلامی ریاستوں کی نوکری کو اچھا سمجھتا ہوں کیونکہ یہ شرعاً مالک ہو گئے اور وہ مالک نہیں ہوئے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ بات ہے بڑی عجیب کہ مسلم کی نوکری سے غیر مسلم کی نوکری اچھی ہے۔ ہاں جی عجیب ہی سہی تو یہ مصلحت ہے امام صاحب کے مذہب میں۔

امام صاحب کے مذہب میں نظام حکومت چلانا ممکن ہے انگریز مفکر کا اعتراف

ایک انگریز کا قول ہے کہ امام صاحب کے مذہب پر تو سلطنت چل سکتی

(۱) یعنی اگر یوں کہو کہ ان کو مجازاً فقیر کہا گیا تو یہ خلاف اصل ہے (۲) دوسرے کو مالک اس وقت بنا سکتا ہے جب خود مالک ہو

ہے اور دیگر ائمہ کے مذہب میں یہ بات نہیں، چونکہ یہ لوگ اہل قدن و سیاست ہیں اس لیے اسباب میں ان کی شہادت معتبر ہے تو یہ بے بطن قرآن اور یہ ہر شخص کے آئمہ کے موافق متفاوت ہوتا ہے، مثلاً امام صاحب کے مرتبہ سے جن کا مرتبہ بڑا ہے وہ اس سے آگے کے بطن<sup>(۱)</sup> تک پہنچتے ہیں مثلاً انبیاء علیہم السلام اسی کو کہتے ہیں۔

حرف حرفش راست در بر معنی  
معنی در معنی در معنی<sup>(۲)</sup>

## صوفیاء کی تعلیم کی حقیقت

فرض صوفیہ جو خلوت میں تعلیم دیتے ہیں، وہ تعلیم شرعی ہی ہوتی ہے عوام میں بیان کرنے کے قابل نہیں ہوتی اب لوگ نہ معلوم کیا سمجھتے ہیں واسطے ایک غیر مسلم نے آج کل سلطنت کو رائے دی ہے کہ صوفیوں خلوت<sup>(۳)</sup> کی تعلیم قابل نگرانی ہے، کیونکہ مولوی تو جو کچھ کہتے ہیں ممبر پر بیٹھ کر کہتے ہیں جو سب پر آشکارا<sup>(۴)</sup> ہو جاتا ہے اور یہ لوگ چپکے سے کہتے ہیں تو ان سے اندیشہ ہے کہ خدا جانے کیا سکھادیں۔ استغفر اللہ وہ کیوں ایسا کرنے لگے۔ اگر یہ کہہ کر ایسا نہیں تو الگ کیوں تعلیم کرتے ہیں۔ الگ اس لیے تعلیم کرتے ہیں ایک شخص کی طبیعت کے موافق وہ ایک ہی پہلو پر گفتگو کرتے ہیں اگر مجمع عام میں بیان کریں تو ایک ہی بات سے ہر شخص اپنی اپنی طبیعت کے موافق ایک ایک پہلو نکالے گا اس لیے ان کو اس کی ضرورت ہوگی کہ تمام پہلو خود ہی بیان کر کے ان پر منطبق کرے تو اس کے لیے بڑا وقت چاہیے۔

(۱) وہ اس سے بھی دقیق معنی تک پہنچ جاتے ہیں (۲) قرآن پاک کے ہر حرف میں بہت سے معنی ہیں معنی کے اندر معنی، معنی کے اندر معنی (۳) تنہائی (۴) واضح ہو جاتا ہے

## دوسروں کو تبلیغ کرنے کا ادب

چنانچہ میں اس وقت اس پہلو کو بیان کر رہا تھا کہ دنیا کی فکر تو بے دین کی فکر کیوں نہیں۔ اس پر یہ بیان کرنا چاہتا تھا اگر دین کی فکر ہو تو اس طرح نہ ہو جسے ہمارے بعض احباب ہوا سے لڑتے پھرتے ہیں کہ ہم بزرگ ہیں تو ساری دنیا ہی بزرگ بن جائے اگر کسی نے تمہیں نسخہ بخار کا لکھ دیا ہے تو تم خود پیو ساری دنیا کو کیوں پلاتے پھرتے ہو، دین کی فکر کرتے ہیں تو ایسی کرتے ہیں۔ بندر کے بندے اور ک کی گرہ لگ گئی تو وہ بھی پنساری بن بیٹھا<sup>(۱)</sup>۔ دو چار مسئلے اصلاح الرسوم سے لے لیے اور ساری دنیا سے لڑنے لگے جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہ صحیح بھی ہے تو اس کے آداب کی بھی تو ضرورت ہے۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة۔ دین کی طرف بلاؤ مگر حکمت سے بلاؤ۔ اصلاح کے لیے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے یہ اصلاح کا طریقہ نہیں ہے جس طرح ہمارے یہاں ایک صاحب تشریف لائے تھے۔ عصر کی نماز پڑھی بعد نماز کے دعا مانگنے سے پہلے ہمارے یہاں ایک اہل علم مہمان تھے وہ تنگی کی وجہ سے صف سے ذرا پیچھے کھڑے کر بیٹھ گئے یہ ہمارے مصلح صاحب کیا سمجھے کہ شاید انہوں نے نماز بھی اسی طرح پڑھی ہوگی بس جھٹ پکار کر کہنے لگے صف ٹیرھی کرنا جائز نہیں، میں نے کہا تمہیں بھی<sup>(۲)</sup> ہے؟ اول تو تمہیں تحقیق کرنا چاہیے تھا کہ نماز بھی اسی طرح پڑھی ہے یا نہیں۔ دوسرے اگر محقق<sup>(۳)</sup> بھی ہو جاتا تو بھی نرمی سے کہنا چاہیے تھا۔ تیسرے یہ

(۱) اردو محاورہ ہے، اس شخص کے لیے بولتے ہیں جو تھوڑی سی معلومات پر عالم ہونے کا دعویٰ ہو (۲) حضرت تانوی کی کتاب کا نام ہے (۳) بلا تحقیق کسی پر اعتراض کرنا بد تمیزی ہے (۴) اگر ثابت بھی ہو جاتا

کہ تم ایک عامی آدمی تمہیں تو بعد تحقیق کے بھی کسی اہل علم کو کہنے کا منصب<sup>(۱)</sup> نہیں ہے، چہ جائیکہ تم اتنی سختی سے کہتے ہو۔ اسی طرح علماء کو عوام پر بھی سختی نہ کرنا چاہیے۔ ہاں کہیں خاص قدرت ہو تو مضائقہ نہیں مگر بلا ضرورت وہاں بھی سختی نہ کرنا چاہیے۔ واقعی مصلحین میں انہوں نے اتنی رعایت کی ہے کہ کیا ٹھکانہ ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے بھائی کا انداز تبلیغ

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے بھائی نے ایک شخص کو مسجد میں سے نیچا پا جامہ پہنے دیکھا اس وقت تو اور کچھ نہیں فرمایا، صرف یہ فرمایا کہ بعد نماز کے ذرا ٹھہر جائیگا مجھے آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے وہ ٹھہر گئے، سب چلے گئے تو فرمایا مجھ میں ایک عیب ہے اس کے متعلق میں آپ سے مشورہ لیتا ہوں، یہ عیب خیال ہوتا ہے کہ میرا پا جامہ ٹخنوں سے نیچے لٹک جاتا ہے اور اس پر یہ یہ وعیدیں<sup>(۲)</sup> ہیں سو تم ذرا دیکھنا کہ آیا واقعی لٹک جاتا ہے یا محض میرا وہم ہے انہیں دوراً تنبیہ<sup>(۳)</sup> ہوا اور کہا کہ حضرت آپ میں تو یہ عیب نہیں مگر ہاں مجھ میں ہے اب میں توبہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ کبھی ٹخنوں سے نیچا پا جامہ نہ پہنوں گا۔ اللہ اکبر کیا بھلا ہوتا ہے اس رعایت کا، اسی کو شیخ شیرازی فرماتے ہیں۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمنان ہم نگردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است و جنگ<sup>(۴)</sup>

(۱) عام آدمی کو علماء پر اعتراض کا حق نہیں یہ مرض آج کل عام ہے کہ بلا تحقیق اعتراض کرنا (۲) حدیث میں سزائیں بیان کی ہیں (۳) احساس ہوا (۴) میں نے یہ بات سنی ہے کہ خدا کے نیک بندے دشمنوں کے دل بھی نہیں دکھاتے۔ تجھے یہ مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے جبکہ تو دوستوں سے اختلاف اور جنگ کرتا رہتا ہے

اپنے علم پر ناز نہ کرے

خدا جانے ہمیں تقدس پر کیوں ناز ہے ہماری تو حقیقت کیا ہے، خود جناب رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے۔ ولئن شئنا لنذهبن بالذی اوحینا الیک - کہ اگر ہم چاہیں تو سارا علم سلب نہ کر لیں ہمیں ہے، تھوڑے سے علم اور تھوڑے سے تقدس پر اس قدر ناز، ہمیں کا ہے کا ناز سے جہاں ذرا تسبیح بلائی اور بزرگ ہو گئے۔ اب ساری دنیا سے جھگڑتے پھرتے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

غافل مرد کہ مرکب میدان مرد را در سنگلخ بادیہ پسیا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ زندان بادہ نوش

ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند<sup>(۱)</sup>

آپ کو کیا خبر ہے کہ آپ کا سارا تقدس دہرا رہ جائے اور جن سے آپ جھگڑتے پھرتے ہیں ان کی آناً فاناً منزل تک رسائی ہو جائے۔

ایک گناہگار کی توبہ اور وصول

ماربرہ<sup>(۲)</sup> کے ایک دوست بیان کرتے تھے۔ ایک شخص تمام عیوب میں مبتلا تھا مگر یہ بزرگ<sup>(۳)</sup> بھی تھا کہ خدائے تعالیٰ سے پوری محبت تھی چنانچہ جب کوئی اسے کچھ کہتا تو وہ یہ کہتا کہ تم کون، ہم جانیں اور ہمارا خدا۔

(۱) غافل نہ ہو کہ اس میدان کے سوار کو پتھر پیلے علاقوں میں پیادہ سفر کرنا پڑتا ہے نا امید بھی نہ ہو کہ بلا نوش اند کی کبھی ایک زخم لگنے سے منزل مقصود کو پا لیتا ہے (۲) ہستی کا نام ہے (۳) خوبی بھی تھی

ایک دفعہ میٹھے میٹھے اسے یہ خیال آیا کہ میں اس قدر گناہوں میں مبتلا ہوں میرا کیا حال ہوگا۔ یہ خیال آنا تھا کہ رونے لگا حتیٰ کہ روتے روتے بچکی بند گلٹی اور کھانا پینا سب بند ہو گیا تین چار دن اس کی یہی کیفیت رہی اس کے بعد انتقال ہو گیا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ گنگار شہید بلکہ شہید اکبر مردانہ خدا کی تلوار سے مارا گیا۔  
 نوید ہم مہاش کہ رندان بادہ نوش ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ از  
 حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے ایک بنیے کو خواب میں دیکھا کہ جنٹ  
 میں ہے۔ پوچھا تم یہاں کہاں، کہا مارتے وقت کلمہ پڑھ لیا تھا۔ اب کیا کسی کو نہیں  
 سمجھتے ہو۔ اگر خدا چاہے ذرا سی دیر میں ناپاکی کو دھو کے طاہر بلکہ مطہر بنا دو۔  
 خواہ کتنا ہی بڑا کافر ہو۔

## یزید پر لعنت کون کرے

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ یزید کو لعنت کرنا کیسا ہے میں نے فرمایا  
 اس شخص کو جائز ہے جسے یہ یقین ہو کہ ہم یزید سے اچھی حالت میں مریں گے  
 چپ ہی تورہ گئے۔

گہ رشک برد فرشتہ برپا کی ما گہ خندہ زند دیوز ناپا کی ما

ایمان چو سلامت بلب گور بریم تحقیق شود پاکی و ناپا کی ما<sup>(۱)</sup>

ابھی کیا خبر کہ مرتے وقت ہم کس حال میں ہوں گے ابھی تو کشتی  
 مجدھار<sup>(۲)</sup> میں ہے اللہ جانتا ہے یہ فکر وہ فکر ہے کہ اس کے بعد نہ کسی کی تکفیر<sup>(۳)</sup>

(۱) کبھی تو فرشتہ بھی میری پاک و تھنس پر رشک کرتا ہے۔ اور کبھی دیوجن وغیرہ بھی میری ناپاکی پر  
 ہنستے ہیں۔ اگر میرا ایمان قبر میں رکھے جانے تک سلامت رہے تب میری پاکی ناپاکی کا پتہ چلے

(۲) ہمنور (۳) کسی کو کافر کہنے کی فکر

کی فکر ہوتی ہے نہ تفسیق<sup>(۱)</sup> کی۔ میں اصلاح کو منع نہیں کرتا۔ مگر ہاں حقیر نہ سمجھو کیونکہ یہ تو تکبر ہے۔ خدا جانے انجام کیا ہو۔ چنانچہ ابھی سن چکے ہو کہ اس شخص میں کتنے عیوب تھے، مگر بلا کسی واعظ بلا کسی شیخ کے منزل تک پہنچ گیا۔

### اپنی عبادت پر ناز اور تکبر کا نقصان

اسی طرح شیطان کو دیکھو کہ خدا کی قدرت ہے آٹھ لاکھ برس تک عبادت کرتا رہا مگر ایک بات سے انکار کر کے مردود و مطرد<sup>(۲)</sup> ہو گیا۔ میں نے اس مقام پر لوگوں کو کھتے سنا ہے کہ وہاں تو ذرا میں پکڑے۔ ذرا میں نواز دے، میں کھتا ہوں، اللہ میاں پر تمت<sup>(۳)</sup> ہے کہ ذرا میں پکڑ لیتے ہیں اس سے توبہ کرو، وہاں سبقت رحمتی علی غضبی<sup>(۴)</sup> ہے ہاں یہ بالکل صحیح ہے کہ ذرا میں نواز<sup>(۵)</sup> دیتے ہیں باقی یہ نہیں ہوتا کہ ذرا میں پکڑ لیں۔ یہ شاہ اودھ<sup>(۶)</sup> نہیں ہیں۔ اندھیر نگری چوپٹ راج ہو کہ ذرا کسی سے ناخوشی ہوئی اب پھانسی سے ادھر اُدھر مفر<sup>(۷)</sup> انہیں۔

شیطان جو راندہ<sup>(۸)</sup> گیا تو کوئی تھوڑی بات نہ تھی جس پر راندہ گیا۔ ہوا سجدہ کرو تو کھتا ہے نہیں کرتے۔ اگر آپ کا کوئی نوکر اس طرح جوڑ کرے تو بتائیے آپ کو کس قدر طیش ہوگا اور وہ نالائق تو حجت بھی کرتا ہے کہ خلقتنی من نار و خلقته من طین۔ کہ میں آدم کو سجدہ کیسے کروں مجھے نار سے پیدا کیا ہے اور انہیں خاک سے۔ تو اس کی رائے میں یوں ہونا چاہیے تھا کہ

(۱) نافاسن کھنے کی فکر (۲) رد کیا ہوا مردود و سرکش (۳) الزام (۴) میری رحمت میرے غضب سے برہمی ہوتی ہے (۵) تھوڑی سی خوبی پر بخش دیتے ہیں (۶) اودھ کے بادشاہ کی حکومت نہیں ہے (۷) ذرا کسی سے غلطی ہوئی تو وہ پھانسی سے نہیں بچ سکتا (۸) جو ٹالا گیا (۹) انکار کرنے

آدم سے سجدہ کرتے۔ حجت<sup>(۱)</sup> کے ساتھ انکار کرتا ہے گویا خدا کے امر کو بے وقوفی سمجھتا ہے۔ پھر یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حکیم مطلق ایک امر کرے اور یہ اس کا بنی حماقت سمجھ کر اس کے امتثال<sup>(۲)</sup> سے انکار کرے تو دیکھو اتنی عبادت بھی کی پھر بھی ہونے والی بات ہوئی تو اسے نفس کیا ناز کرتا ہے اپنی عبادت پر جانتا ہی کھتے ہیں۔

ابلیس گفت طاعت من بیکرانہ بود  
سیرغ وصل رادل وجان آشیانہ بود  
آدم ز خاک بود و من از نور پاک او  
گفتم منم یگانہ و او خود یگانہ بود  
در لوح بد نوشته کہ ملعون شودیکے  
ہر دم گمان بہر کس و بر خود گمان نہ بود

شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوح محفوظ میں لکھا دیکھا تھا کہ آدم مخلوق ہو جائے گا پھر ان کو سجدہ کا حکم ہوگا اور ایک شخص سجدہ سے انکار کر کے ملعون ہوگا تو مجھے ہر شخص پر شبہ تھا کہ شاید یہ ملعون ہو مگر خود اپنے اوپر شبہ نہ ہوا۔ کیونکہ اپنی عبادت کی وجہ سے اپنے ساتھ حسن ظن بہت بڑھا ہوا تھا اور بڑانا تھا۔

### حضرت عمرؓ کی حالت خوف ورجاء

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر یہ حکم ہو جائے کہ سوائے ایک شخص کے کوئی دوزخ میں ناجائے گا تو میرا گمان نہ فرعون پر ہو نہ ہامان پر نہ قارون پر نہ نمرود پر بلکہ مجھے یہی خوف ہوگا کہ کہیں وہ ایک میں ہی نہ ہوں اسی طرح اگر یہ حکم ہو جائے کہ سوائے ایک کے کوئی جنت میں نہ جائیگا تو مجھے یہ احتمال ہوگا کہ شاید وہ ایک میں ہی ہوں۔

او خواست تافسانہ لعنت کند مرا  
کروا نیچہ خواست آدم خاکی بہانہ بود

گو بند جا بلاں کہ نہ کردی تو سجدہ نزدیک اہل معرفت ایرں چو بہانہ بود  
جہلاء کہتے ہیں کہ تو نے سجدہ نہ کیا مگر اہل ہوش جانتے ہیں کہ جف القلم ہو کائن۔

## تکبر، ایک عام بیماری

یہ بڑا قطعہ ہے مجھے سب تو یاد نہیں رہا مقطع کہتے ہیں۔

خاقانیا تو تکیہ بہ طاعت خود مکن کیں بند بہر دانش اہل زمانہ بود  
تو اپنے ظاہری تقدس پر نظر کر کے کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھو تمہیں کیا خبر ہے  
ع۔۔۔ تاپار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

امراض باطنی بہت دقیق ہیں یہاں تک کہ مرض کبر میں جو اخبث الامراض  
ہے<sup>(۱)</sup> علماء تک ہستلا پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے کو کم از کم یہی سمجھتے ہیں کہ  
میں یہ مرض نہیں بس یہی مرض ہے۔

علت ابلیس انا خیر بد است ایرں مرض در نفس ہر مخلوق بست<sup>(۲)</sup>

یہ مرض تو ہر مخلوق میں ہے کہ مریض میں مگر یہ مدعی بھی نہیں سمجھتے کہ  
مریض میں اگر کوئی مریض ہو اور وہ یوں سمجھے کہ میں مریض ہوں تو وہ متواضع  
ہے مگر افسوس ہے ان پر جو مریض ہیں اور انہیں اپنے مرض کی خبر نہیں یہ شمس  
متکبر ہے ایسا شخص بہت اچھا ہے اپنے مرض کی خبر ہو، اگرچہ وہ علاج نہ کرائے۔  
کیونکہ خدا کا دربار عجیب رحمت کا دربار ہے علم مرض بھی خدا کے یہاں علاج کا  
کام دیتا ہے یہ بھی بڑی چیز ہے۔ اگر کوئی متواضع ہو کر اپنے کو متواضع سمجھے تو وہ  
متکبر ہے۔ اور اگر متکبر اپنے کو متکبر سمجھے تو متواضع ہے۔

(۱) تکبر کا مرض جو سب امراض سے بڑھ کر ہے (۲) شیطان کا راندہ درگاہ ہونے کا سبب اپنے کو سب  
سے اچھا سمجھنا تھا اور یہ مرض مخلوقات میں سے ہر نفس میں ہے (۳) عاجزی اختیار کرنے والا

## تبلیغ دین میں موقع محل کی رعایت

تو بہر حال امر بالمعروف کرو مگر کسی کو کبر کی راہ سے نہ کرو، اس سے اور فتنہ و فساد ہوتا ہے بلکہ اگر ازراہ کبر نہ بھی ہو تب بھی جہاں فتنہ فساد کا اندیشہ ہو وہاں کچھ مت کہو۔

حضرت مولانا گنگوہی نے وعظ کھنا چھوڑ دیا تھا، بعض پیر زادوں نے اعتراض کیا، ایک پیر زادہ نے کہا، وعظ کھنا نہیں چھوڑ دیا بلکہ تمہیں کافر ہونے سے بچا دیا کیونکہ وہ وعظ کہتے تو تم اسے روکتے اور وعظ میں شرعی احکام ہوتے ہیں تو تم شریعت کا رد کرتے اور رد شریعت کفر ہے<sup>(۱)</sup>۔ واقعی موقع و مصلحت کا سمجھنا یہ کام ہے حکیم کا، اگر اس موقع پر حضرت وعظ فرماتے تو بجائے اصلاح کے الٹا ایمان بھی جاتا رہتا۔

تو خوب سمجھ لو اگر ایسے موقع پر منع کیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو لوگوں کو زیادہ کریں گے یا استخفاف<sup>(۲)</sup> کریں گے، اگر استخفاف کریں گے تو کافر ہو جائیں گے اور ان کے کفر کا سبب یہ واعظ ہوگا۔ ایسے امر<sup>(۳)</sup> کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو گالیاں مت دو، صحابہ نہایت استعجاب<sup>(۴)</sup> سے پوچھا کہ حضور ﷺ اپنی ماں باپ کو کون گالیاں دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کسی کے ماں باپ کو گالیاں دے وہ اس کے ماں باپ کو گالیاں دے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسبب بھی مباشر<sup>(۵)</sup> کے حکم میں ہے، تو جب تم سبب ہوئے ان کے کفر کے تو تم نے تعلیم دی کفر کی۔

(۱) شریعت کا انکار کفر ہے (۲) ابانت کریں گے (۳) ایسے کام کے بارے میں (۴) انتہائی تعجب سے پوچھا (۵) کسی کام کے کرنے کا سبب بننے والا بھی اس کام کے کرنے والے کے حکم میں ہے

میں ایک دفعہ کہہ کے بہت پھتایا، ایک ہانکے صاحب خلاف وضع بنائے ہوئے ریل میں بیٹھے تھے میں نے کہا کہ شریعت کے خلاف ہے تو اس نے کہا کہ شریعت کی یوں کی توں (ماں کی گالی دی) میں بہت پھتایا کہ اتنا فحش آدمی ہے میں نے اس سے کیوں کہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ شریعت کی گستاخی ان ناصحین<sup>(۱)</sup> کی بدولت ہوئی۔ یہ خواصواہ انہیں چھیڑتے ہیں اور خود بھی بڑے پنتے ہیں شریعت کو برا کہلواتے ہیں۔

## ایک اہم نصیحت

میں بیعت کے وقت اس سے بھی منع کر دیتا ہوں کہ بہائی کسی سے لڑنا جملگنا نہیں میں نے دیکھا ہے کہ جو کم عقل لوگ لڑتے پھرتے ہیں وہ اپنے بزرگوں کو گالیاں کہلواتے ہیں کیونکہ دو ہی حالتیں ہیں یا تو وہ اپنے بزرگوں کی تعریف کرے گا تو یہ بھی مجھے پسند نہیں یہ استمواں فروشی<sup>(۲)</sup> ہے کہ خواصواہ اپنے بزرگوں کی تعریف کراتے پھریں جسے غرض ہوگی وہ خود آ کے دیکھ لے گا تمہیں کیا ضرورت ترغیب دینے کی دوسری حالت یہ کہ یا وہ گالیاں دے گا۔ لوگ کیا کرتے ہیں کہ ایک مسئلہ کسی کے سامنے بیان کیا اس نے ابھی تک تو انہیں کو برا بھلا کہا تھا اس کے بعد انہوں نے یہ کہہ دیا کہ فلاں بزرگ فرماتے تھے۔ بس اب ان بزرگ پر گالیاں پڑنا شروع ہو گئیں۔ بھلا اس کی کیا ضرورت کہ ایک مخالف کے سامنے اپنے شیخ کا ذکر کرنا اور گالیاں کہلوانا، اول تو آپ کو جوش ہی کیوں آیا اگر آیا تھا تو اپنی ہی طرف منسوب رہنے دیا ہوتا، یہ بالکل نادانی<sup>(۳)</sup> ہے کہ جوش آپ کو ہو اور نام لیں شیخ کاتا کہ تبر<sup>(۴)</sup> جو کچھ ہو وہ انہیں پر ہو۔ غرض یہ کہ یہ سب ایک ہی اصل

(۱) نصیحت کرنے والوں (۲) روٹیاں پھتتا ہے (۳) بے وقوفی ہے (۴) گالیاں جو پڑیں وہ انہیں پڑیں

کے شعبے میں اس طرح اصلاح نہیں ہوتی بلکہ اور عناد<sup>(۱)</sup> بڑھتا ہے اور مادہ فاسدہ<sup>(۲)</sup> میں ترقی ہوتی ہے۔ میرا ایک وعظ ہے "تصدی للغیر" اس میں اس کی تفصیل ہے اس لیے یہاں مختصر بیان کر دیا۔

## ایک غلطی کا ازالہ

مگر اس سے یہ نہ سمجھیں کہ میں اصلاح سے منع کرتا ہوں، جو اصلاح کو ضروری نہیں سمجھتے اور استدلال میں یہ شعر پڑھ دیتے ہیں۔

حافظا گروصل خواہی صلح کن باخاص وعام

یا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام<sup>(۳)</sup>

یہ حافظ شیرازی کا شعر نہیں یہ تو کوئی ہندوستان کے اصطلاحی حافظ جی سے لیا ہوتا ہے جنہیں یہ نہ سوجا<sup>(۴)</sup> کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ ذریعہ قرب نہیں اچھا صحیح مذاق ہوتا تو پھر کسی کو کافر کسی کو مومن کہتے، کسی کو اولیاء اللہ اور عدو اللہ سے کیوں تعبیر فرماتے قرب تو رضانے محبوب سے ہوتا ہے محبوب کے دشمن سے صلح کرنے میں محبوب کی رضا برگز نہیں ہو سکتی تو پھر قرب بھی نہیں ہو سکتا۔

## صلح کل ملحدین کا مذہب ہے

اللہ میاں کا طریقہ صلح کل کا نہیں صلح کل کا طریقہ ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کو عمالتہ سے مقاتلہ<sup>(۵)</sup> کرنے کا کیوں حکم ہوتا۔ خود جناب رسول مقبول ﷺ کو یہ خطاب

(۱) دشمنی بڑھتی ہے (۲) خراب مادہ میں ترقی ہوتی ہے (۳) حافظا گروصل ہا ہے تو ہر خاص وعام سے صلح کر لو مسلمان کے ساتھ ہو تو اللہ اللہ کو اور ہندو کے ساتھ ہو تو رام رام کہو (۴) جنہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ یہ غلطی ہے (۵) جہاد

کیوں ہوتا ہے۔ وجاہد الکفار<sup>(۱)</sup> اور یہ ارشاد کیوں ہوتا وانذر  
 عشیرتک الاقربین<sup>(۲)</sup>۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ایک پہاڑ پر  
 چلے گئے اور وہاں جا کر پکارا یا صباحا یا صباحا اس کلمہ کے معنی تو یہ  
 ہیں اے صبح کے وقت کی لوٹ، اے صبح کے وقت کی لوٹ اور ماخذ<sup>(۳)</sup> اس کا یہ ہے کہ  
 عرب میں رات کو لوٹ مار کم ہوتی تھی صبح کے وقت لوٹتے تھے کہ وہ لوگوں کو  
 سونے اور سناٹے کا وقت ہے تو جب کبھی کوئی لوٹا جاتا تھا یا اور کوئی امر  
 پیش آتا تو یا صباحا یا صباحا پکارتا تھا خواہ صبح کا وقت نہ بھی ہو یہ  
 سن کر ساری قوم اس کی امداد کے لیے جمع ہو جاتی تھی چنانچہ اس محاورہ کے مولانا  
 حضور ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یا صباحا یا صباحا پکارا، تھوڑی سی دیر میں ساری  
 قوم جمع ہو گئی آپ نے فرمایا مجھے جانتے ہو میں کون ہوں انہوں نے کہا ہاں آپ  
 محمد ﷺ ہیں میں آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے  
 ایک لشکر ہے جو عنقریب آکر تمہیں ہلاک کر دے گا تو تم کیا سمجھو گے، انہوں  
 نے کہا ماجوینا الا علیک صدقا ہم نے آپ کو جہاں تک آزمایا سچا ہی  
 لہذا ہم اسے بھی سچ سمجھیں گے، آپ نے فرمایا بس میں تم کو خدا کے عذاب  
 ڈراتا ہوں کہ وہ عنقریب آنے والا ہے اگر تم اس سے بچنا چاہتے ہو تو صدق دل  
 سے کہو لا الہ الا اللہ۔ بس یہ سن کر جل بھن گئے۔ ابولہب آپ کا چچا تھا جھلا کر کہنے لگا  
 "تبالک سائر الیوم الہذا جمعتنا"۔ خدا تمہیں برباد کرے کیا یہی  
 بات تھی جس کے لیے ہمیں جمع کیا تھا۔

حق تعالیٰ کو اس کا یہ کلمہ اپنے رسول ﷺ کی شان میں برا معلوم ہوا اس  
 کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے۔ تبت یدا ابی لہب وتب ابولہب ہی برباد

(۱) کفار سے جہاد کیجئے (۲) اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے (۳) اصل وہ

ہو جائے بلکہ برباد ہو گیا۔ ما اغنی عنہ مالہ وما کسب۔ اور اس بربادی سے نہ اسے اس کا مال بچا سکتا ہے نہ اس کی کمائی۔ وامراتہ حمالۃ الحطب اس کی بیوی لکڑیاں چننے والی ہے۔ بعض لوگوں نے تو اس کی تفسیر میں یہ کہا ہے کہ اس سے اس کا اظہار بخل مقصود ہے کہ باوجود مال و دولت کے پھر بھی اتنی کنجوس ہے کہ لکڑیاں خود چن کر لاتی ہے۔ عرب میں بخل کو زنا سے بھی زیادہ قبیح سمجھتے تھے۔ بعضوں نے کہا کہ یہ جنگل سے لکڑیاں خاردار چن کر لاتی تھی اور حضور ﷺ کے راستہ میں بچھا دیتی تھی تاکہ آتے جاتے آپ کو تکلیف ہو۔ ایک مرتبہ ایک پتھر لائی حضور ﷺ کے مارنے کو مگر آپ اسے نظر نہ آئے۔ اگر حضور ﷺ وقت صلح کھل سے کام لیتے تو تمام عرب مسخر ہو جاتا تو معلوم ہو گیا کہ صلح مذہب طہروں کا ہے اس لیے میں اس سے بھی منع کرتا ہوں۔

## اصلاح عام کا منصب کس کو لائق ہے

لہذا اپنی اصلاح کے ساتھ دوسروں کی بھی اصلاح کرنا ضروری ہے مگر یہ دیکھو کہ اصلاح کرنا علاج کرنا ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اصلاح روحانی علاج ہے اور یہ جسمانی نفس علاج ہونے میں دونوں برابر ہیں اور یہ معلوم ہے کہ علاج بغیر مطب کے نہیں کر سکتا پس جس طرح علاج جسمانی کے لیے مطب کی ضرورت ہے اسی طرح یہاں بھی کسی طبیب روحانی سے پہلے مطب کرو<sup>(۱)</sup> اس کے بعد پھر علاج کے درپے ہو، دو چار کی اصلاح کے لیے کچھ نہیں مگر اصلاح عام کے لیے ارٹنا ایک ایک سے لڑنا جگڑنا بگڑنا ٹھیک نہیں اس کے لیے پہلے مرض کی پہچان علاج کا طریقہ طبیب کامل

(۱) یعنی کسی شیخ روحانی سے اپنی اصلاح کرا کر اس قابل ہو جاؤ کہ وہ تمہیں دوسرے کی اصلاح کی اجازت

سے سیکھ لو اس کے بعد اصلاح کرو تو ایک تو اس میں کوتاہی ہے کہ ایک کو دوسرے کی اصلاح کی فکر نہیں، دوسرے اگر فکر کرتے بھی ہیں تو طریقہ نہیں معلوم۔

## اصلاح کے دو طریقے

اس حدیث میں دونوں باتیں مذکور ہیں ترغیب ترہیب بھی ہے اور طریقہ تربیت بھی ہے چنانچہ فرماتے ہیں یسرا ولا تعسرا آسانی کرنا دشواری مت کرنا وبشرا ولا تنفرا خوشی کی باتیں کرنا نفرت مت دلانا۔ وتطاوعا ولا تخلفا) ایک دو سے کا کہنا ماننا اختلاف مت کرنا۔ یہ ترجمہ ہوا حدیث کا اس میں پہلے دو امر تو عام لوگوں کی اصلاح کے متعلق تھے۔ یہ تیسرا حکم اس میں باہمی تعلقات کا اور بتلا یا یعنی باہم اتفاق سے رہنا۔ ترجمہ سے حاصل تو سمجھ میں آگیا ہو گا اب اس کی تحقیق سنئے۔ اول فرماتے ہیں۔ یسرا ولا تعسرا دوسرا حکم فرماتے ہیں بشرا ولا تنفرا ان دو حکموں کی کیا ضرورت تھی۔ صرف امر اول ہی پر اکتفا کیوں نہ کی بس یوں فرمادیتے کہ یسرا آسانی کرنا بس کافی تھا۔ اور دوسرے میں یوں فرمادیتے کہ بشرا، تو یسرا ولا تعسرا سے کیا بات بتلائی منقول تو دیکھا نہیں مگر لغت و آثار تتبع کرنے<sup>(۱)</sup> سے اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ اصلاح کے دو طریقے ہیں ایک فعل ایک قول۔ مثلاً فعل تو یہ کہ کسی کا ہاتھ پکڑ کر مصلیٰ پر کھڑا کر دیا کہ نماز پڑھو، قول یہ کہ زبان سے کہا کہ نماز پڑھا کرو۔ یا یوں مثلاً کسی بچے سے کہا کہ فلاں کھیل مت کھیلو، ایک یہ کہ اس کھیل کو توڑ پھوڑ ڈالا، تو اصلاح کبھی فعل سے ہوتی ہے۔ کبھی قول سے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ دونوں طریقوں کو الگ الگ

(۱) لغت اور احادیث میں غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے

کر کے بتلایا ہے کہ اگر کر کے بتلاؤ تو آسان بتاؤ، ایسا نہ ہو دشواری میں پڑ جائے۔  
مثلاً یوں کہنا کہ ایک گھنٹہ میں سانس لیا کرو رطوبت تحلیل ہوگی اس طرح دشواری  
میں ڈالنا مناسب نہیں۔ اس کی بہت تفصیل ہے۔

### اصلاح کا آسان طریقہ

ایک شخص میں دس عیب ہیں وہ دفعۃً سب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ تو منع تو  
کرے سب کو یہ تو نہ کرے کہ منع نہ کرے ہاں سب کے چھوڑنے پر مجبور نہ  
کرے ایک شخص نے رسوم شادی کے متعلق مجھ سے کہا کہ ایک دم سے نہ منع کیا  
کو ایک ایک کو منع کرو۔ میں نے کہا سلام ہے جب میں ایک کو منع کروں  
ایک کو نہ منع کروں گا تو مجھ سے بدگمان ہوں گے کہ رسوم ہونے میں تو دو روز  
برابر ہیں پھر ایک کو کیوں منع کیا اور ایک کو کیوں نہ منع کیا، پھر بار بار منع کر  
سے قلب میں تنگی پیدا ہوگی کہ یہ تو روز ایک بات کو منع ہی کرتے رہتے ہیں  
جانے کہاں تک قید کریں گے، اس لیے منع تو سب کو کروں گا مگر مجبور نہیں  
کہ سب کو ایک دم سے چھوڑ دو تم چھوڑنے میں ایک ایک کر کے چھوڑو۔

تو بہر حال اگر کسی میں عیوب بہت سے ہوں تو بتا تو دے سب کو مگر پہلے  
ایک کو چھوڑاؤ، پھر دوسرے کو چھوڑاؤ، پھر تیسرے کو چھوڑاؤ، صوفیہ  
اس راز کو خوب سمجھتے ہیں۔ خشک علماء چاہتے ہیں آج ہی سب عیوب چھوٹ  
جائیں ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ خشک علماء میں صناطہ ہوتا ہے شفقت نہیں  
ہوتی اور صوفیہ میں شفقت ہوتی ہے اسی کو عارف شیرازی کہتے ہیں۔

بندہ پیر خرابا تم کہ لطفش دائم ست

زانکہ لطف شیخ وزاہد گاہ بہت و گاہ نیست

## بزرگوں کی عوام پر شفقت

شیخ کامل کی حالت یہ ہے کہ اگر ناخوش بھی ہوتے ہیں تو ظاہر میں برہم ہوتے ہیں مگر دل سے خفا نہیں ہوتے۔ شاہ ابوالمعالی صاحب نے شاہ بھیک صاحب کو نکال دیا، یا تو یہ روتے پھرتے تھے، تین دن کے بعد پھر وہی الطاف و انعام تو شاہ ابوالمعالی صاحب نے زبان سے تو نکالا تھا مگر دل سے جذب کر رہے تھے اگر دل سے بھی نکال دیتے تو شاہ بھیک صاحب کو کبھی شوق و ذوق نہ پہنچاتا ہوتا۔ ع

## نفرت فرعون میدان از کلیم

فرعون کو جو موسیٰ علیہ السلام سے نفرت تھی وہ اس وجہ سے تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نفرت تھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو بھی فرعون سے نفرت تھی جب فرعون ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار پر ایمان لاتا ہوں تو جبریل علیہ السلام نے اس کے منہ پر کپڑا ٹھونس دی کہ تیرا منہ اس لائق نہیں ہے کہ تو اس سے کلمات ایمان جاری کرے تو پھر موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہ نفرت ہوئی

## اللہ پاک نے سب کو نیک کیوں نہ بنایا

اب آگے مسئلہ تقدیر کا ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس کو ایسا کیوں بنایا۔ ایک مرتبہ مجھے شبہ پیدا ہوا کہ حق تعالیٰ کو قدرت تھی کہ ابتداء ہی سے سب کو نیک بنا دیتے پھر کیوں نہ ایسا کیا، میرے قلب میں خود بخود جواب پیدا ہوا کہ۔

درکارخانہ عشق از کفرناگزیر است آتش کراسبوزدگر بولہب نباشد<sup>(۱)</sup>

(۱) عشق کے کارخانے میں کفر کا ہونا ضروری ہے اگر بولہب نہ ہوگا تو آگ دوزخ کس کو بلا سکی

بس تسلی ہو گئی کہ حکم تکوینی کا مقتضایہ ہی ہے کہ کوئی نیک ہو کوئی بد<sup>(۱)</sup> ہو۔ کوئی مومن ہو کوئی کافر ہو، آگے تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ غرض موسیٰ علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کو نفرت تھی اس سے، اسے بھی نفرت تھی۔ تو یہ بزرگوں کی محبت تھی کہ تم ان کی طرف کھینچتے ہو، بہر حال انہیں شفقت ہے اور اہل ظاہر کو شفقت نہیں اسی واسطے ایک دفعہ کھنکر بس ہمیں کیا، مانو چاہے نہ مانو اور وہ تدبیریں نکالتے ہیں طرح طرح کی سہولتیں پیدا کرتے ہیں۔

### مصائب قرآن میں تکرار کی وجہ

یہاں سے آپ کو قرآن مجید کی تکرار کا حال معلوم ہو گیا ہوگا کہ مختصر المعانی<sup>(۲)</sup> میں تکرار نہیں بدایہ<sup>(۳)</sup> میں تکرار نہیں، اور قرآن مجید میں تکرار ہے۔ حضرت باپ بنے ہوں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شفیق باپ کا جی نہیں مانتا ایک ہی بات کو بار بار کہتا ہے ایک دفعہ کہہ چلتا ہے مگر جب پھر وہی حرکت کرتے ہیں دیکھتا ہے تو بمتضانی<sup>(۴)</sup> شفقت پہلے کہے ہوئے پر اکتفا<sup>(۵)</sup> نہیں کرتا بلکہ پھر کہتا ہے اسی طرح قرآن مجید کی تکرار بھی عین شفقت ہے اس کی معترضین<sup>(۶)</sup> قدر کی کہ اعتراض کرتے ہیں یہ شفقت ہی تو ہے کہ دو باتہ دو پیر دو آئینیں دو کالیں دیے۔

ایک لحد نے قرآن کی تکرار پر اعتراض کیا تھا کہ خدا تعالیٰ مکرر کیوں فرماتے کسی مخلوق کا اس میں تصرف<sup>(۷)</sup> ہوا ہے۔ بادشاہ وقت نے اس کو یہ سزا دی کہ

(۱) اس خدا کے پانے سے مرتکب گناہ کا معذور ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ تکوینی طور پر اس کا شمار مسلمانوں میں ہے یا کفار میں یہ تو اپنے اختیار سے مسلم یا کافر ہوا۔ اس اختیار کو اختیار کرنے پر ہی اس کو جزا و سزا ہے (۲) کتاب کا نام ہے (۳) کتاب کا نام ہے (۴) شفقت کے تقاضے سے (۵) پہلے کہے ہوئے کو کافی نہیں سمجھتا (۶) یعنی کسی نے قرآن میں کریمت کی ہے اللہ کو ایک بات بار بار فرمانے کی کیا ضرورت تھی

جلاد کو حکم دیا کہ ایک ایک عضو حذف کر دو<sup>(۱)</sup>۔ کیونکہ تکرار خدا کا فعل نہیں ہے تکرار شیطان نے کی ہے۔ بس حکومت عجب چیز ہے اگر حکومت ہوتی تو ان معترضین کی بھی تکرار حذف کر دی جاتی۔ پھر کسی کے دل میں اعتراض و شبہ تو کیسا و سوسہ بھی نہ آتا۔ بہر حال تکرار کی یہ وجہ ہے اور یہ ایک عجیب بات ہے جو مذکور ہوئی۔ منقول نہیں دیکھی، شفیقوں کے برتاؤ میں غور کرنے سے ایک بات ذہن میں آگئی، واقعی قرآن سمجھنا ہو تو عامہ خلافت کے حالات میں غور کرو تو اسرار اچھی طرح منکشف ہو جائیں گے۔ اب آپ نے نظر تصنیف سے دیکھا تو خوانمندانہ شبہ پیدا ہوں گے تو شیخ کامل اور عالم ظاہری میں یہ فرق ہے کہ یہ ایک ہی بات کو مکرر بتلاتا ہے اور وہ ضابطہ کا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ کھدے سب کو کہ دس مرض تمہارے اندر ہیں مگر ایک ایک کو چھوڑا لے گا کہ بار اور گرا کر نہ ہو اور وہ چاہے گا کہ آج ہی تمام چھوڑ کر یہ جنید وقت بن جائے۔ اسی وجہ سے بعض شیوخ پر لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ امراض میں مبتلا پاتے ہیں اور علاج نہیں کرتے۔

### شیخ کامل سے اپنے حال نہ چھپائے

ایک چور تھا اسے اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ ایک بزرگ کے پاس جا کر مرید ہو گیا، ان بزرگ نے مرید کر لیا اور اس سے بھی توبہ کرائی کہ چوری مت کرنا اور خانقاہ میں رہنے کی اجازت دیدی، صبح کے وقت ذاکرین<sup>(۲)</sup> اٹھتے ہیں جوتے ندارد<sup>(۳)</sup>۔ بڑی تلاش کے بعد اس طرح ملتے ہیں کہ میرا وہاں آپ کا وہاں ایک

(۱) جتنے اعضاء دو دو ہیں جیسے دو کان دو آنکھیں ان میں سے ایک ایک کاٹ دو اس لیے کہ اللہ تکرار کو پسند نہیں کرتے بقول اس کے (۲) ذکر کرنے والے (۳) جوتے غائب

پوانی میری تو ایک آپ کی<sup>(۱)</sup> تو بڑی دقت تلاش کرنے میں ہوا کرتی تھی آپس میں سب ذاکرین کھنے لگے یہ واہیات حرکت کون کر جاتا ہے۔ اس کو پکڑنا چاہیے۔ ایک صاحب پہرہ پر مقرر کیے گئے جب رات زیادہ گزری اور سب سو گئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ نئے مرید صاحب یہ حرکت کر رہے ہیں پکڑے گئے رات بھر پہرہ میں رکھے گئے صبح کو شیخ کی خدمت میں پیش کیے گئے، شیخ نے پوچھا کیوں میاں تم نے یہ حرکت کی اس نے کہا ہاں میں نے یہ حرکت کی ہے۔ دیکھو شیوخ سے اپنے مرض کو کبھی مت چھپاؤ، یہاں تاویلیں نہیں چلیں گی، وہ فراست سے معلوم کر لیں گے اگر کھانسی اٹھ رہی ہے گوسل<sup>(۲)</sup> نہیں ہے فقط دھسک ہے طیب سے ہرگز نہ چھپاؤ۔ اسی طرح شیخ سے عیب نہ چھپاؤ بلکہ اگر شیخ کھے اور تم میں وہ مرض نہ بھی ہو تو کھدو ہے۔ تمہارا حرج ہی کیا ہے آپ تاویلیں کیوں کرتے ہیں حضرت عارف شیرازی فرماتے ہیں۔

چند انگہ گفتیم غم با طیبیاں  
درمان نکردند مسکین غریباں<sup>(۳)</sup>

اس سے مراد اہل ظاہر ہیں۔

مانال دل را بایار گفتیم نتوان نھفتن درواز طیبیاں<sup>(۴)</sup>

اس سے مراد شیوخ کامل ہیں حبیب سے کیا راز اسی طرح مرشد کہ اس سے نہ

چھپانا چاہیے۔

(۱) جوئے کا ایک پیر میرا تو ایک آپ کا (۲) مشور مرض کا نام ہے جس سے پھیپھڑے میں زخم ہو کر خون منہ کی راہ سے نکلتا ہے (۳) جتنا کہ میں نے اپنا غم طیبیوں کو بتایا انہوں نے غریب مسکینوں کا علاج نہ کیا (۴) میں نے اپنے دل کا حال اپنے یار (طیبی شیخ) سے کھدیا اس لیے کہ طیب سے درد دل چھپانا نہیں

ہر شخص سے اپنا حال نہ بیان کرے

ناقص سے تو کچھ نہیں۔ ایک دفعہ ایک حالت مجھ پر پیش آئی تھی اس وقت معلوم ہوا کہ ہر ایک اس کا اہل نہیں کہ اپنی حالت اس پر ظاہر کی جاوے انارٹھی آدمی لمبے چوڑے وظیفوں سے کام لیتے ہیں جس طرح کپاس کہانی بوجھو کے جہاں ان سے ایک بات کہی انہوں نے ایک وظیفہ بتلادیا۔ دوسری حالت کہی اس کے لیے انہوں نے ایک اور وظیفہ بتلادیا۔ انہوں نے کہا وسورہ آتے ہیں انہوں نے ایک وظیفہ بتلادیا۔ غرض وظیفہ در وظیفہ بتلاتے چلے جاتے ہیں علیٰ حزیں جس وقت دہلی میں آیا ایک مکان کرایہ کا لیکر ٹھہرا گیا دو تین روز کے بعد مالک مکان نے آکر پوچھا کہ کوئی تکلیف تو نہیں کہا کوئی تکلیف نہیں مگر اس تذکرہ الاولیاء کو کہیں اور بسادو۔ اس مکان کے ایک حصے میں ایک مداری فقیر رہتا تھا، جو شہرہ پڑھا کرتا تھا<sup>(۱)</sup>۔ علیٰ حزیں نہایت نازک دماغ تھا۔ اسے تکلیف ہوتی تھی تو میں کہتا ہوں کیا مجموعہ وظائف بنو گے۔ یہ تو شیخ غیر کامل کی تربیت کا حال ہے۔ شیخ کہتا ہے وسورہ آنے دو کچھ پرواہ نہ کرو عوام الناس کے نزدیک وہی زیادہ شفیق ہیں جو مجموعہ وظائف بنادیں۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ حضرت کیسے شفیق ہیں ارے بھائی تمہیں کیا خبر علاج کرو نسخہ برتنے سے معلوم ہوگا تو ایسی ہی بڑی بڑی حالتیں پیش آتی ہیں غرض انارٹھی سے تو کھو نہیں۔ ایک انارٹھی پیر نے ایک شخص کو جس دم<sup>(۲)</sup> کا شغل بتلایا اس نے کرنے کے بعد اپنی حالت کہی کہا کیے جاؤ یہاں تک کہ وہ

(۱) فارسی کا مشہور شاعر ہے (۲) صوفیاء کے یہاں بطور سند متصل کے انہوں نے یہ فن تصوف کس سے سیکھا ہے بزرگوں کے ناموں پر مشتمل اشعار ہیں جن میں ان سے لیکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ جو تصوف کے امام ہیں تک تمام بزرگوں کے نام ہوتے ہیں اس کو شہرہ کہتے ہیں بطور برکت بزرگوں کے پڑھنے کا معمول ہے (۳) سانس روکنے کا وظیفہ



## بزرگوں کے تربیت کے مختلف انداز

یہی راز ہے امام غزالیؒ کے اس قول کا کہ وہ فرماتے ہیں جب تسبیح سے جی گھبرائے تو واجب ہے بنسنا بولنا اس وقت کے علما نے گوان کی کتاب آگ میں جلوائی مگر بعد میں وہ سونے سے لکھی گئی امام غزالی کے فتوے عجیب و غریب ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں مکہ معظمہ کے متعلق مضامین شوقیہ کا بیان کرنا ایسے شخص کے سامنے جس کو حج اس لیے جائز بھی نہیں (کہ اہل و عیال سے فرصت نہیں) حرام ہے۔ اب وحشت "ہوئی کہ مکہ مکرمہ کے فضائل کے بیان کرنے کو حرام فرماتے ہیں اس واسطے حرام فرماتے ہیں کہ وہ سن کر چل پڑے گا اور گناہگار ہوگا اور اس کے گناہ کا سبب یہ فضائل بیان کرنے والا ہوگا۔ حضرت محقق ہونے کی ضرورت ہے ایسے امور حضور ﷺ سے بھی ثابت ہیں بنی ثقیف جس وقت مسلمان ہونے آئے تو حضور ﷺ سے یہ شرط کی کہ ہم مسلمان تو ہوتے ہیں مگر زکوٰۃ دیں گے نہ جہاد کریں۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ لوگوں کو بڑی وحشت ہوئی کہ ترک فرض کی اجازت دیدی آپ نے فرمایا مسلمان تو ہونے دو مسلمان ہو کر کچھ کریں گے۔ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک ڈوم حاضر ہوا عرض کیا میں مرید بننا چاہتا ہوں مگر طبلہ سارنگی نہیں چھوڑوں گا حضرت نے فرمایا اس شرط سے مرید کر لیں گے کہ جماعت کی نماز کبھی مت چھوڑنا۔ اس نے کہا بہت اچھا قسم کھالی۔ ایک جگہ مجلس نشاط تھی وہاں یہ بھی تھا جب آذان کی آواز آئی طبلہ سارنگی چھوڑا آذان کی آواز پر چلے۔ تمام مجلس بے لطف، اب تمام میں شہرت ہوئی کہ اس کو بلانے سے مجلس بے لطف ہو جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ لوگوں نے بلانا ہی چھوڑ دیا۔ تو

ان حضرات نے تو طہلہ سارنگی نہیں چھوڑا مگر طہلہ سارنگی نے انہیں چھوڑ دیا۔ سبحان اللہ طہیب ایسے ہوتے ہیں کہ کونین تلخ تھی مگر اس پر شکر لگا کر اسے شیریں کر دیا ایک شخص نے حضرت " سے بیعت کی اور شرط کی کہ نماز نہیں پڑھوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا مگر تھوڑا سا اللہ کا نام لے لیا کرنا عرض کیا بہت اچھا اور بیعت ہو گئے۔ نماز کا وقت آیا آپ کا ارادہ تھا کہ نہ پڑھوں گا بدن میں خارش ہونے لگی۔ ہزار تدبیریں کیں مگر کسی طرح نہ تھی۔ بس ٹھنڈا پانی جو لگایا تو کسی قدر سکون ہوا مگر بالکل رفع نہ ہوئی، لوگوں نے کہا وضو تو کر چکے نماز پڑھ لو شاید رک جائے۔ اب جب نماز شروع کی سکون بڑھتا گیا جوں ہی ختم ہوئی بالکل سکون ہو گیا۔ بس جہاں وقت نماز کا آیا خارش شروع ہوئی ادھر نماز ختم کی خارش رک گئی۔ میں نے جس وقت انہیں دیکھا پکے نمازی تجد گزار تھے یہ تو برکت تھی مگر تدبیریں بھی ہوتی ہیں۔ قادر بخش خاں رئیس نماز نہیں پڑھتے تھے مولانا مظفر حسین صاحب جب گدھی تشریف لائے انہیں معلوم ہوا خاں صاحب کے پاس گئے اور فرمایا کہ آپ سے کچھ مختصر سا کہنا ہے انہوں نے کہا فرمائیے۔ فرمایا کہ آپ نماز نہیں پڑھتے نماز پڑھا کیجیے خاں صاحب نے کہا سب بات ہے مجھے ڈارھی چڑھانے کا شوق ہے وضو کرنے سے سب ہال برابر ہو جاتے ہیں اور بے وضو نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ فرمایا بے وضو ہی پڑھ لیا کیجیے اجازت ہے۔ خاں صاحب نے ایک وقت کی نماز تو بے وضو پڑھی۔ جب دوسرا وقت آیا خیال پیدا ہوا کہ کیا بے وضو پڑھیں معنت بھی کریں اور نفع کچھ بھی نہ ہو، بس ایک وقت بے وضو پڑھ کے دوسرے وقت سے با وضو نماز پڑھنے لگے اس طرح سے وہ نمازی بن گئے اور ڈارھی چڑھانا بھی چھوٹ گئی۔ حضرت تو ایک چٹکاری لگا گئے تھے۔ تو بزرگوں کی یہ بات ہے

ناقصین کیا سمجھیں، گوپیری مریدی کرنے لگیں۔

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری داند

نہ ہر کہ سر بتر اشد قلندری داند

دو نیا بد حال پننتہ میچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام<sup>(۱)</sup>

## جبراً ہر بات سے روکنے کا نقصان

اور ایسے ہی مبسر کا کام ہے کہ بچوں کو ہر بات سے نہ روکے۔ ایک حکایت ہے کہ ایک شخص کے گھوڑے میں مرض تھا کہ لید<sup>(۲)</sup> کر کے پلٹ اسے سوگھتا تھا جب آگے بڑھتا تھا، ایک شخص مسافر سوار ملے کہا میں اس کا عیب نکال دوں گا اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آگے پیچھے چلے گھوڑے نے عادت کے موافق جہاں لید کر کے اسے سوگھنے کا قصد<sup>(۳)</sup> کیا ان مسافر نے سوچے تھے منہ پر ایک چابک رسید کیا گھوڑا سیدھا سیدھا آگے کو بولیا۔ دس بار، کوس<sup>(۴)</sup> اسی طرح قطع ہوئے اور پھر اس نے دو چار مرتبہ مار کھانے کے بعد بسا نہیں کیا سمجھے کہ اب ٹھیک ہو گیا، آگے اس مسافر کا راستہ بدلتا تھا وہ جدا ہو گیا۔ اب جو چلے تو اس نے دیکھا اب وہ کو تو ال تو ہے نہیں لوٹا اور تمام لیدوں کو سوگھتا ہوا چلا گیا ساری منزل گویا کل عدم<sup>(۵)</sup> ہوئی انہوں نے کہا اچھا درست کیا اس سے تو پہلے ہی اچھا تھا کہ اتنا تو حرج نہ ہوتا بات کیا تھی کہ قوت شامہ<sup>(۶)</sup> میں

(۱) بروہ شخص جس کے پاس آئینہ ہو سکندری نہیں جانتا کہ آئینہ سکندر کی دریافت ہے اسی طرح بروہ شخص جس کا سر منڈا ہو قلندر نہیں ہوتا ان دونوں صفتوں کے حامل ابھی پننتہ حال کو نہیں پہنچے بلکہ ابتدائی مرحلہ میں ہیں ان سے لمبی بات کرنا بیکار ہے ان کو تو بس سلام ہی کہو (۲) پاناز (۳) ارودہ کیا (۴) اس بارہ میں اسی طرح ملے کیے (۵) سارا سز نہ ہونے کے برابر ہو گیا (۶) سوگھنے کی قوت میں سوگھنے کا قصاصا جمع

تقاصنا جمع تھا جب اسے موقع ملا اسے پورا کیا اسی طرح اگر بچوں کو ہر شرارت سے روک دیا جائیگا۔ تو ان کے قوت مستحیلہ میں اس کا تقاصنا جمع رہے گا جب موقع ملے گا ایک دم سے سب کی کسر نکالیں گے۔

## نافع مضامین

تو اب آپ نے دیکھا کہ یسرا<sup>(۱)</sup> کا کیا راز ہے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نو ہے فعلاً<sup>(۲)</sup> اور بشرًا ولا تنفروا<sup>(۳)</sup> یہ ہے قولاً<sup>(۴)</sup> یہ عجیب علاج ہے، خصوصاً اب تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ رحمت و بشارت کے مضامین ترمیب سے زیادہ نافع ہوتے ہیں۔ میں نے ایک رسالہ شوق وطن لکھا ہے کہ لوگ طاعون سے بھاگنے کے لئے تھے اس کے دیکھنے کے بعد موت کا خوف باقی نہیں رہتا۔ واقعی اگر شوق<sup>(۵)</sup> تو کیوں بھاگے بلکہ اس کے شوق میں تو یہ حالت ہو کہ۔

خرم آرزو کزین منزل ویران بروم      راحت جاں طلبم وز پے جانان بروم  
نذر کردم کہ گرایں غم بسر آید روزے

تادرمیکده شادان و غز تووان بروم<sup>(۶)</sup>

پھر موت سے کیا اندیشہ اس رسالہ میں یہ ثابت کیا ہے کہ مومن کے لیے دنیا کے عیش و آرام سے آخرت کی دوزخ بھی اچھی ہے اس کے دیکھنے کے بعد لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے۔ موت سے وحشت تو کیا اور شوق پیدا ہو جاتا ہے اور اسی کو عراقی فرماتے ہیں۔

(۱) آسانی پیدا کرو تنگی نہ کرو (۲) یعنی فعل کر کے دکھاؤ (۳) خوشخبری سناؤ نفرت نہ دلاؤ (۴) یعنی ایسی بات کہو جس سے خوشی ہو (۵) آج کتنا مبارک دن ہے کہ میں ایک ویران منزل (یعنی قبرستان) کی طرف جا رہا ہوں میں اپنی روح کے سکون کو طلب کرتا ہوں کہ اپنے جان جاں کی طرف جا رہا ہوں میں نے یہ نذرمانی تھی کہ جس روز یہ غمناک صورت پیش آئیگی۔ تو میکده تک بستا ہوا اور غزل گاتا ہوا جاؤنگا

شود نصیب دشمن کہ شود بلاک تیغت

سر دوستان سلامت کہ تو خنجر آزمائی<sup>(۱)</sup>

کہ گویا موت کے لیے تیار ہو گئے میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ بشارت سے بہت نفع ہوتا ہے۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا

یہ اسلام کا ہے سے پھیلا؟ یہ پھیلا تبشیر<sup>(۲)</sup> سے، تالیف قلب سے، تدبیر سے نہ کہ شمشیر، سے کیوں صاحب اگر بزور شمشیر پھیلا تو اتنے شمشیر زن<sup>(۳)</sup> کہاں سے آئے تھے اور پھر وہ کیونکر مسلمان ہوئے۔ وہ تالیف قلب سے مسلمان ہوئے۔ حضرات صحابہ کرام کا طرز عمل ان کی حالت دیکھ دیکھ کر لوگوں مسلمان ہوتے تھے۔ یسرا کے اندر یہ بھی داخل ہے کہ اپنی اصلاح پوری طرح کرنے کہ دوسرے کے دیکھنے سے اصلاح ہو جاوے میں جو ترغیب صحبت کی دیتا ہوں میں یہی راز ہے کہ دیکھتے اصلاح ہو جاتی ہے۔ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے میں اسے پسند نہیں کرتا کہ خوا منواہ لوگوں سے اپنے شیخ کی ثنا و صفت کی جاوے میں اس کو استخوان فروشی<sup>(۴)</sup> سمجھتا ہوں۔ یہ مہمل بات ہے اس میں دوسرے کو شبہ ہو جاتا ہے کہ یہ گرگے<sup>(۵)</sup> انہیں کے چھوڑے ہوئے ہیں۔

دوسروں کی اصلاح کرنے کا آسان طریقہ

پس تعریف کا اچھا طریقہ یہ ہے کہ اپنی حالت درست کر لو کہ لوگ تمہارے

(۱) دشمنی کا یہ مقدر نہ ہو کہ تیری تلوار سے بلاک ہو جبکہ تیرے دوستوں کا سر سلامت رہے تو خنجر آزمائی کر  
(۲) خونخبری سنانے سے (۳) در چلانے والے (۴) اپنے بزرگوں اور باپ دادا کی تعریف کرنا اور ان کی بزرگی کی پروا نہ کرنا اور خود نا اہل ہونا (۵) چیلے

مرہی کی تعریف کریں کہ ان کی صحبت میں یہ اثر ہے۔

گلے خوشبو نے در حمام روزے رسید دست محبوبے بد ستم  
 بد گفتم کہ مشکى یا عنبرى کہ از بوئے دل آویز تو مستم  
 بگفتا من گل ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل شستم  
 جمال بمنشیں در من اثر کرد و گرنہ من بہاں خاکم کہ بستم<sup>(۱)</sup>

جب ایک شخص کی صحبت سے تمہاری حالت درست ہوئی تو یہ طریقہ کھینچنے کا ہے ہرگز یہ طریقہ اچھا نہیں کہ لوگوں کو کھینچو۔ یہ گروہ بندی ہے ہاں اگر کوئی خود غبت کرے تو مضائقہ نہیں اب تک اس طریقے کی بھلائی ذہنوں میں رہتی ہوئی تھی اس لیے میرے یہ الفاظ ناگوار ہوئے ہوں گے مگر کیا کروں تجربہ سے مجبور ہوں کہ اس طریقے میں بہت سی خرابیاں معلوم ہوئیں تو بہر حال ایک طریقہ اصلاح کا یہ ہے کہ خود اپنی حالت درست کر لو۔

### عالم با عمل کی نصیحت موثر ہوتی ہے

ایک بڑھیا اپنے لڑکے کو ایک بزرگ کی خدمت میں لائی اور عرض کی کہ حضرت یہ گڑ بہت کھاتا ہے اسے نصیحت فرمادیجیے ان بزرگ نے فرمایا کل دن دوسرے دن بڑھیا اس لڑکے کو لائی ان بزرگ نے نصیحت فرمادی کہ میاں گڑ بہت مت کھایا کرو نقصان کرتا ہے اس کے بعد اس لڑکے نے گڑ کھانا چھوڑ دیا۔ خدام

(۱) ایک روز خوشبودار مٹی حمام میں محبوب کے ہاتھ میں آگئی۔ محبوب نے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر ہے کہ تیری خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے۔ بولی کہ میں تو ایک ناچیز مٹی ہوں البتہ ایک مدت تک پہلوں کی صحبت میں رہی ہوں اس صحبت کی وجہ سے اس کا کمال مجھ میں اثر کر گیا اور یہ خوشبو مجھ سے آنے لگی ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جس کی کوئی حقیقت نہیں

نے پوچھا کہ حضرت ایک دن کی تاخیر میں کیا مصلحت تھی۔ فرمایا کہ جب تک مجھے بھی گڑبھانے کی عادت تھی اب میں نے وہ عادت چھوڑ دی۔ اگر اس وقت کہتا تو اثر نہ ہوتا۔ اب میرے لہجے میں، قوتِ زبان میں برکتِ قلب میں طاقت پیدا ہو گئی۔ آپ تجربہ کر لیجیے کہ ناصح غیر عامل کا لہجہ نرم ہوتا ہے نہ برکت ہوتی ہے۔ قوت ہوتی ہے اس سے اثر بھی نہیں ہوتا اگر کوئی غیر حامل بشکلف اپنے لہجے میں قوت پیدا کرے تو اس کی وقاحت اور بے شرمی ہے اسی ضعف کو کسی نے کہا ہے۔

احب مناجاة الحبيب با وجه ولكن لسان المذنبین کلیل  
محبوبوں سے باتیں کرنا چاہتا ہوں مگر خطاوار ہوں اس لیے زبان یاری نہیں  
دیتی۔

### تفسیر آیت میں ازالہ شبہ

ایک اور بات بھی تو ہے جب اس طرح سے کہا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ بھی کیسا کرتے ہیں تو جائز بھی نہ ہوگا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں لم تقولون مالا تفعلون<sup>(۱)</sup> طالب علموں کے کام کی بات ہے یہ معنی نہیں جو خود نہ کرے وہ کھے بھی نہیں کیونکہ لم تاصرون نہیں فرمایا نکتہ اس میں یہ ہے کہ امر ہوتا ہے انشاء اور یہاں ہے قول جو اخباری ہے اب معنی یہ ہوئے کہ لم تخیرون عمالاتفعلون<sup>(۲)</sup> چنانچہ خود فرماتے ہیں ان اللہ یحب الذین یقاتلون<sup>(۳)</sup> الایہ۔ شان نزول دیکھ لو شان نزول اس کا یہ ہے کہ بعض

(۱) تم وہ کہتے کیوں جو جو کرتے نہیں (۲) تم اس کی خبر کیوں دیتے جو جو کرتے نہیں (۳) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو قتال فی سبیل اللہ کرتے ہیں

لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اگر ہم کو معلوم ہو جاوے جس سے خداراضی ہو تو ہم بھی کریں نازل ہوا کہ کرو۔ نہ کر سکے، بس وہ لوگ دعویٰ ہی کرنے کا کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی انہوں نے فقط دعویٰ کیا تھا کسی کو نصیحت تھوڑا ہی کی تھی بس خوب سمجھ لو۔ نصیحت کرنا تو فی نفسہ جائز ہے مگر اس طرز سے ناجائز ہے کہ باوجود عامل نہ ہونے کے حامل معلوم ہو اس حیثیت سے متضمن کذب ہے نہ اس حیثیت سے کہ نصیحت ہے اب اکثر لوگ اس کی تفسیر غلط سمجھتے ہیں چنانچہ مولوی صاحب سے کوئی وعظ کو کھے تو آیت پڑھ دیتے ہیں۔ لم تقولون مالا تفعلون بھائی اگر تم عامل نہیں ہو تو وعظ کھنے میں کیا حرج ہے ہاں اس طرح نہ کہو کہ عامل معلوم ہو کہ کذب اور کبر ہے اسی طرح اگر کوئی اپنی حالت ایسی بنائے جس سے تارک معلوم ہو تو اسی حالت کا ذبہ کے اظہار کا گناہ ہوگا۔ اسی طرح چاہے حال ہو چاہے قال جو ما لاتفعلون کے خلاف ہوگا ناجائز ہوگا تو ایسے طور پر نصیحت کرنا بھی جائز نہیں اور اس طرح سے نصیحت کرنے میں کچھ حرج نہیں کہ عامل یا معلوم ہو۔ ہاں دوسرے کو ایسی نصیحت سے کم نفع ہوگا۔ چنانچہ مشائخ کہتے ہیں کہ شیخ ذکر و شغل نہ کرتا ہو اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی اسی واسطے خود حضور ﷺ کو ارشاد ہے والی ربک فارغب کہ خلوت اختیار کیجیے کہ جہاں تصور کے اعتبار سے بھی کوئی نہ ہو تھوڑا سا بھی وقت خلوت کا اگر کوئی مقرر کر لے تو تعلیم میں برکت ہوتی ہے اور اثر بھی زیادہ ہوتا ہے تو پیروں کی خلوت بھی یسرا میں داخل ہے۔

ایک علمی نکتہ

آگے فرماتے ہیں بشرًا ولا تنفروا یہاں پر ایک بات اہل علم کے

سمجھنے کی ذہن میں آئی کہ تبشیر کے مقابل تو انذار آتا ہے تنفر کا لانا بظاہر بلاغت کے خلاف معلوم ہوتا ہے یا تو آنسا ولا تنفرا<sup>(۱)</sup>۔ فرماتے یا بشر ا ولا تنذرا<sup>(۲)</sup> فرماتے کہ مقابلہ درست ہو جاتا۔ آج ہی یہ بات سمجھ میں آئی کہ بہت بڑی بات کی طرف اشارہ فرمادیا۔ بات یہ ہے کہ بشر کے وہ معنی مراد سے ہیں جو تنفر کے مقابل میں نہ وہ معنی جو لا تنذرا کے مقابل میں تو تبشیر اس پر تفسیر کا تو مقابل ہے اور انذار کا مقابل نہیں۔ کیونکہ انذار کو بھی شامل ہے۔

### انذار کے اقسام

انذار کی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ وحشت ہو ایک یہ کہ الفت ہو پہلی قسم تنفر میں داخل ہے دوسری قسم بشر میں داخل ہے مثلاً انذار سے یوں جی خود ہوتا ہے کہ جب مردہ کو قبر میں رکھ دیتے ہیں تو جنت سے پہلے دوزخ دکھلائی جاتی ہے کہ اگر اعمال اچھے نہ ہوتے اور اصلاح نہ ہوتی تو یہ ٹھکانہ تھا تو اس میں دکھلانے کو دخل خوش کرنے میں نہیں تو کیوں دکھلائی۔ حضرت جہنم دکھلا کر خوشی اور بڑھادی۔ اب جنت کو دیکھ کر زیادہ خوشی ہوگی الحمد للہ الذی نجانی۔ اسی طرح جو دنیا کے رنج و غم دیکھ چکے ہیں وہ کہیں گے۔ " الحمد للہ الذی اذہب عن الحزن " <sup>(۳)</sup>۔ حدیث میں ہے کہ جب تمام اہل ایمان جنت میں چلے جائیں گے اور جنت نہ بھرے گی تو حق تعالیٰ جنت کے لیے ایک نئی مخلوق اور پیدا کریں گے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے بھائی ان سے تو ہم زیادہ مزہ

(۱) مانوس کرو متفر نہ کرو (۲) خوشخبری سناؤ ڈرو نہیں (۳) تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے مجھے جہنم سے نجات دی (۴) تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے غم کو ہم سے دور کر دیا

میں ہیں کہ انہوں نے کوئی چیز جنت کے مقابل دیکھی ہی نہیں انہیں اس کی کیا قدر اور کیا خوشی۔ بہر حال انذار کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جس سے لوگ ناامید ہو جاتے ہیں۔ اور ایک یہ کہ انذار اور اس کے ساتھ ہی اس سے بچنے کی تدبیر بھی تباہی جاوے۔ مثلاً سلطنت کا ایک حکم اور اس کے ساتھ ہی اس سے بچنے کی تدبیر بھی بیان کر دے اس کو محقق سمجھ سکتا ہے غیر محقق نے چغلی غنبت وغیرہ کا عذاب تو بیان کر دیا مگر یہ نہ بتایا کہ اس مرض سے نجات کیونکر ہو سکتی ہے۔ اور ایک محقق شیخ کامل جہاں عذاب بیان کرے گا۔ وہاں اسباب اس سے بچنے کی بھی بیان کرے گا۔ مثلاً امراض مذکورہ سے بچنے کے لیے یہ تدبیر بتائے گا کہ بولا تو سوچ کر بولو کہ کسی کی حکایت تو نہیں جس میں غنبت ہو یا شکایت تو نہیں جس میں چغلی ہو تو دیکھو کہا انہوں نے بھی، مگر اس طرح کہ ناامید نہیں کیا اور اہل ظاہر اس طرح کہتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ ہمیشہ کے لیے مردود<sup>(۱)</sup> ہو گیا شیطان بن گیا اور اہل باطن برابر تسلی دیتے رہتے ہیں کہ فکر مت کرو۔ اس سے بچنا بہت آسان ہے۔ اسی طرح نظر بد بد نگاہی<sup>(۲)</sup> اہل ظاہر کے نزدیک اس سے بچنے کی کوئی تدبیر ہی نہیں اور اب وہ شخص جنم سے نہیں بچ سکتا اور اہل باطن تدبیر بھی بتاتے ہیں کہ تم عذاب کا خیال کر لو تو یہ مرض جاتا رہے گا سو ایک انداز تو یہ ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے۔

درشتی و نرمی بہم می رسد چورگ زن کہ جرح و مرہم نہ است

اس سے امید رہتی ہے غرض ایک انداز تو یہ ہے کہ بالکل مایوس کر دے یہ ناجائز اور ایک وہ کہ جس میں نجات کی تدبیر بھی ہو یہ جائز۔ تو حضور ﷺ نے بشر میں یہ بات بتلا دی حاصل یہ ہوا کہ ایسی بات کہ جس سے تنگی پیدا ہو مت بتاؤ

(۱) راندہ درگاہ (۲) شہوت کی نظر سے عورتوں یا مردوں کو دیکھنا

خیر یہ تو وہ حقوق ہیں کہ دوسرے کی اصلاح کے وقت جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

## مصلحین مشائخ کا آپس میں کیا برتاؤ ہو

اب اخیر کا جملہ رہ گیا اس میں یہ بتلادیا کہ مصلحین باہم کیا برتاؤ کریں تو واقعی یہ طیب کامل کا کام ہے کہ ہر پہلو پر نظر رکھے نہ دوامیں بالکل بروقت ہی ہو نہ زراوغن بادام ہی ہو جیسے آج کل کہ یا اصلاح نہیں کی یا کی تو اس طرح کی کہ اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی اصلاح کا قصد کیا تو امارت کی سوجھی کہ ریفارمر بن بیٹھے اب اس کا نتیجہ ہوا کہ دوسرے مصلحین سے حسد ہے اب چاہتے ہیں کہ کوئی اور پیر یا مولوی نہ رہے جو کچھ ہوں وہ ہم ہی ہوں صحابہ کی یہ حالت تھی کہ ان سے لوگ مسئلے پوچھتے ہیں تو یہ بھتے ہیں کہ ان سے پوچھیے وہ زیادہ جانتے ہیں وہ کہتے ہیں ان سے پوچھیے وہ زیادہ جانتے ہیں یہ حالت کیوں تھی۔ ع

ولیکن مدتے باگل قسم

سب صحبت کا اثر تھا اور آج ریفارمر کھلاتے ہیں ان کی یہ شان ہے۔

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

اور مولانا فرماتے ہیں۔

چوں گرسنہ می شوی سگ می شوی چونکہ خوردی تندد بدرگ می شوی

اسی طرح یا تو اصلاح کی فکر ہی نہ تھی یا فکر ہوئی تو دق کرنا شروع۔ خیر ان کو توجانے دیجیے بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ مشائخ کے یہاں مشائخ کی غیبت ہوئی

(۱) یہ حالت اسی لیے تھی کہ مدتوں پھول (نبی ﷺ) کی صحبت میں رہے

ہے ایک تو غیبت اس لیے کرنا کہ لوگ گمراہی سے بچیں اس میں تو مضائقہ نہیں اور اس کو حقہ پہچوان کے درجہ میں رکھنا یہ بہت برا ہے۔

## آج کے مریدین کی حالت

آج کل معتقدین کی یہ حالت ہے کہ اپنے مشائخ کی مجلس میں یا دوسرے مشائخ کی غیبت کریں گے یا اپنے شیخ کے کمالات کی حکایت گو وہ خلاف واقع ہی ہے بیان کریں گے کہیں ان کے مکاشفات کی فہرست کہیں کرامات کی تفصیل اگرچہ سچے شیخ اپنے کشف کا انکار بھی کریں مگر یہ نہیں مانتے ایک بزرگ سے ذرا فاصلہ بیٹھے ہوئے دو معتقد آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ فلاںی مسجد جو بنی ہے مولانا نے کشف ہوا تھا ان بزرگ نے سن لیا اور فرمایا کہ میں بقسم کہتا ہوں کہ مجھے کشف نہیں ہوتا تو وہ صاحب دوسرے سے کہتے ہیں پڑے کھو ہوتا ہے۔ لیجیے شیخ بقسم اپنے کشف کا انکار کرتے ہیں مگر معتقد صاحب نہیں مانتے واقعی ایسے ہی مریدوں نے بعض پیروں کو بگاڑ دیا ایک تو کشف کرامت منسوب کروان کو کو بددماغ بنا دیا دوسرے بدایا کہ جب شیخ کے پاس آؤ تو کچھ نہ سہی تو پھول ہی لیکر آؤ اس سے نیت بنا دیا اور اس کے بارہ میں ایک اردو کی آیت بھی بنالی کہ خالی جاوے خالی آوے سو سمجھ لو اگر روپے سے خالی جاوے تو کچھ حرج نہیں اور نہ اس کے یہ معنی ہو سکتے کہ روپیہ پیسہ سے خالی جاوے تو خالی آوے۔ بلکہ یہ معنی یہ ہیں کہ اگر خلوص و طلب سے خالی جاوے تو خالی آوے تو جناب پیروں کو اس کا انتظام کرنا چاہیے کہ ہمیشہ بدیہ نہ لیا کریں کہ جب مرید کا منہ دیکھا خیال پیدا ہوا کہ کچھ بدیہ لایا ہوگا اس سے یہ ہوگا کہ خدا پر نظر نہ رہے گی مرید پر نظر رہا کرے گی۔

## جابل پیر کی حکایت

افسوس پیر تو اس کے دین کو درست کرے اور یہ اس کے صلہ میں پیر کا دین بگاڑتا ہے پھر تو پیر کی وہ حالت ہو جاوے گی کہ ایک مرید نے پیر سے خواب بیان کیا کہ آپ کی انگلیوں میں شہد بھرا ہوا ہے اور میری انگلیوں میں گوہ، پیر بولے تو دنیا دار ہے اور ہم دیندار، مرید بولا ابھی خواب پورا نہیں ہوا یہ بھی دیکھا کہ میں آپ کی انگلیاں چاٹ رہا ہوں اور آپ میری انگلیاں چاٹ رہے ہیں۔ خیر یہ خواب ہو یا نہ ہو مگر یہ نقشہ ہے رسمی پیر اور مرید کے حال کا۔ مطلب یہ تھا کہ مرید پیر سے دین حاصل کر رہا ہے۔ اور پیر مرید سے دنیا حاصل کر رہا ہے، تو بھی اپنے پیر کو ایسا ہی بناو گے۔

## پیر کامل کا طرز عمل

ہمارے حضرت کے یہاں یہ دستور تھا کہ کوئی لاتا تھا اور کوئی لیجاتا تھا ایک امیر نے حضرت کی خدمت میں چھ ہزار روپے پیش کیے حضرت دوسرے حاجتمند کو دے دیا۔ حضرت یوں بھی روپیہ دو روپے برابر دیتے رہتے تھے۔ فرماتے تھے کہ میں بعض آدمی سے جو اس لیے بدیہ لے لیتا ہوں کہ یہ شخص حرم کے ثواب سے محروم<sup>(۱)</sup> نہ ہو، اللہ اکبر اس میں بھی ہمارے ہی نفع کا خیال، ایک شخص نے حضرت کے یہاں ایک بدیہ پیش کیا دوسرے روز اور پیش کیا، تیسرے روز اور پیش کیا۔ حضرت نے مزاحاً فرمایا کہ تھوڑا اس لیے روزانہ دیتے ہیں

(۱) کیونکہ حرم میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے وہاں ایک درہم بدیہ کا ثواب ایک لاکھ درہم کے برابر ہوگا اس لیے قبول فرماتے تھے

تاکہ ہر روز جی جوش ہو۔ اس لطیف عنوان سے ان کی پالیسی پر مطلع فرمادیا۔ غرض جب پیر کے پاس جاؤ تو بدیہ کی پابندی نہ ہو۔ اس میں دونوں طرف خرابی ہے۔ مرید کے لیے تو یہ کہ اگر بدیہ نہ ہو تو چاہے کیسی ہی ضرورت ہو پیر کے پاس نہیں جاسکتے، اور پیر کے لیے یہ کہ پھر تو کل نہ رہے گا مرید پر نظر رہا کرے گی۔

## بایم اتفاق پیدا کرنے کی آسان ترکیب

بہر حال جب مال و جاہ کی طلب و حب غالب ہوتی ہے تو دوسروں کی فتنی اور تحقیر و تنقیص کرتے ہیں۔ حضور ﷺ اسی کا علاج فرماتے ہیں تطاوعاً و تخیلاً<sup>(۱)</sup>۔ یہاں بھی اس اصول بلاغت کے موافق یا تو تطاوعاً و تعصیاً ہوتا یا اتفاقاً و لا مختلفاً ہوتا مگر اس میں بھی وہی نکتہ ہے کہ بجائے اتفاق کے نظاوعاً فرما کر اتفاق کا بنی بتادیا کہ وہ نظاوع<sup>(۲)</sup> ہے کہ جب ہر ایک دوسرے کو اپنا مطاع و معظّم سمجھے گا اتفاق لازم ہوگا۔

الحمد للہ آج حاجی صاحب کے قول کا بنی بھی معلوم ہو گیا کہ اتفاق تواضع سے ہوتا ہے اور جب اختلاف ہوگا تکبر سے ہوگا۔ پس فرماتے ہیں کہنا مانو، یعنی ہر ایک دوسرے کو بڑا سمجھو، پھر سبحان اللہ یونہیں فرمایا کہ امثالاً بلکہ فرمایا تطاوعاً و تعصیاً یعنی تواضع سے کہنا مانو یہ مطلب یہ کہ خوشی سے کہنا مانو یہ کاشف<sup>(۳)</sup> ہے مولانا محمد یعقوب صاحب کے قول کا کہ لوگ تواضع کو ذریعہ کبر بناتے ہیں کہ ظاہر میں متواضع بنتے ہیں تاکہ لوگ متواضع سمجھیں پس ایسا شخص امتثال تو کرے گا مگر طوع نہ ہوگا۔ پس ایک اتفاق صنایط کا اتفاق ہے مگر دل سے نہیں تو نظاوعاً سے اس کا امر فرمادیا کہ خوشی سے اتفاق رکھو کہ یہ قلب کا کام ہے۔

(۱) ایک دوسرے کی عزت و احترام کرو اور اپنے مخالف سمجھو مخالفت نہ کرو (۲) ایک دوسرے کا کہنا ماننا

(۳) مولانا یعقوب صاحب کے قول کی شرح کرنے والا

پس حضرت کا قول نہایت واضح ہو گیا اور یہ کہ قلب کا کام ہے دلیل اس کی یہ آیت ہے۔ **والف بین قلوبہم**۔ الایہ یعنی حق تعالیٰ کی وہ شان ہے کہ قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا، آگے فرماتے ہیں **لو انفتت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم**۔ اگر آپ تمام روئے زمین کے خزانے صرف کر دیتے تو الفت نہیں پیدا کر سکتے تھے۔ اے وہ لوگو جو اتفاق اتفاق پکارنے ہو اتفاق اس طرح نہیں پیدا ہوتا صرف چالیس دن کسی اہل اللہ کی صحبت احتیاط کرو تو تمہیں طریقہ معلوم ہو۔

قال را بگزارد حال شو پیش مردے کاٹے پامال شو<sup>(۱)</sup>

اور طریقہ یہ ہو گا کہ تمہارے دل سے جو کہ محل ہے اتفاق کا خناس جو بریں دین و دنیا ظاہر ہوتا ہے دور ہو کر اس میں خلوص پیدا ہو جائیگا اس کے بعد پورے سوسائٹی اور انجمن مبارک ہو ورنہ ایسی انجمن اور ایسے ارکان کی یہ مثال ہے۔  
گر بہ میردسگ وزیر موش رادیوان کنند  
انجمنیں ارکان دولت ملک را ویران کنند<sup>(۲)</sup>

تو یہ آداب ہیں اصلاح کے، سبحان اللہ اس قدر چھوٹے لفظوں سے اس مضمون مستنبط ہوا میں نے کچھ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہاں میں نے صرف اتنا کیا کہ مضمون کے چہرہ سے نقاب الٹ دی۔ اب معلوم ہو گیا ہو گا کہ یہ مضمون نمکین نہیں ہے ورنہ اس میں لوگوں کو جوش آتا، رقت طاری ہوتی۔ اور تلخ بھی نہیں ہاں شیریں ہے۔ اب حق تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ اس شیریں کو ہمارے حق میں گوارا فرمائے اور ہماری ساری تلخیاں دور کر دے۔ آمین۔

تمت

(۱) بڑی بڑی علمی تقریریں کرنا چھوڑو بلکہ اپنے کو اس علم کا عملی نمونہ بناؤ۔ اور یہ بات کسی کامل شیخ کے سامنے اپنے کو مٹانے سے حاصل ہوتی ہے (۲) جلی کو امیر بنایا کتا وزیر ہے اور چہ بادر بان، جب مملکت کے اس قسم کے ارکان کا انتخاب، ملک کی ویرانی کا سبب بنتا ہے

## مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

وہ حرم کی سرزمین وہ صولتیہ مدرسہ

درسگاہ علم دیں وہ صولتیہ مدرسہ

مرکز دین متین وہ صولتیہ مدرسہ

علم و عرفان کا امیں وہ صولتیہ مدرسہ

منظر فیضان رحمت ثمرۂ جہد سعید

فکر صولت کا امیں وہ صولتیہ مدرسہ

منظر خلق سلیم اور جادۂ مجہد

مسند اسلاف دیں وہ صولتیہ مدرسہ

پیکر خلق اکابر مہتمم شیخ حشیم

وہ امانت و امیں وہ صولتیہ مدرسہ

چشمہ فیض علوم حضرت امداد ہے

خانقاہ سالکیں وہ صولتیہ مدرسہ

تربیت گاہ مناسک چشمہ فیض حرم

موقف حجاب دیں وہ صولتیہ مدرسہ

وہ پرانی مسجد اور وہ درسگاہیں پر سکوں  
جس کا ہر گوشہ حسین وہ صولتیہ مدرسہ

وہ مقدس شہر وہ گلیاں وہ پاکیزہ حریم

وہ مقدس سر زمیں وہ صولتیہ مدرسہ

وہ ہجوم لشکر حجاج پاکستان و ہند

رونق دین میں وہ صولتیہ مدرسہ

حارۃ الباب اور شیکہ جبل کعبہ کی طرف

ڈھونڈ لیں سب طالبین وہ صولتیہ مدرسہ

سمت مغرب درمیان باب عمرہ باب فہد

ڈھونڈ لو بس ہے وہیں وہ صولتیہ مدرسہ

یاد آتے ہیں ہمیں عارف وہی شام و سحر

وہ مکان اور وہ مکیں وہ صولتیہ مدرسہ

## عاجزانه التجاء

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۰ھ

مرے مولانا نبی محترم کا واسطہ تجھ کو  
ترے دربار کا تیرے حرم کا واسطہ تجھ کو

تری رحمت کا اور تیرے کرم کا واسطہ تجھ کو

الہی اولیاء کل امم کا واسطہ تجھ کو

تجھے صدقہ ترے مقبول بندوں کا مرے آقا  
خلائق پر ترے جود و کرم کا واسطہ تجھ کو

تری عظمت کا یارب تیری شان کبریائی کا

در کعبہ کا شان ملتزم کا واسطہ تجھ کو

مرے دل کی تڑپ کا والمانہ آرزوؤں کا  
مری تھمایوں میں چشم نم کا واسطہ تجھ کو

شہیدان احد کا اور بدرین کا صدقہ

نبی کی امت خیر الامم کا واسطہ تجھ کو

نبی کی ذات کا اصحاب و آل پاک کا صدقہ  
خصوصاً ان کے عم محترم کا واسطہ تجھ کو

ہمیں آباد کر دے اب مدینے پاک میں یارب

رسولان اولو العزم و ہم کا واسطہ تجھ کو

مدینے کی سکونت اب مری تقدیر میں لکھ دے  
کہ عرش و کرسی و لوح و قلم کا واسطہ تجھ کو

مرے سب اہل خانہ کو وہاں مسکن عطا کر دے  
ہے پیغمبر کے شہر محترم کا واسطہ تجھ کو

خدا سے عاجزانہ التجا کر ہر گھڑی عارف

دعائیں سن مری یارب حرم کا واسطہ تجھ کو